ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

1114

اتوار 10 جمادی الثانی 1445ھ مطابق 24 دسمبر 2023ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

نئی ایجادات

اعتراف

گیارھویں سینچری کا جائزہ

القرآن

پتھروں سے زیادہ سخت دل

ایسے ایسے عبرتناک واقعات کے بعد تمھارے دل پھر بھی سخت ہی رہے تو ان کی مثال پتھر کی سی ہے یا سختی میں ان سے زیادہ اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن سے نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور انھیں پتھروں میں بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں۔ (سورۂ توبہ۔ آیت 74)

الحدیث

قرآن سخت دلوں کو نرم کر دیتا ہے!

صحابی رسول حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! قرآن پڑھو، غرور و تکبر مت کرو، قرآن میں زیادتی اور تحریف مت کرو، تلاوتِ قرآن نہ چھوڑو اور نہ قرآن کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناؤ۔''

(رواہ احمد)

پہل کرنے والا

ابو احمد

دوستو! پرانی کہاوت ہے کہ دو برتن ساتھ رکھے ہوں تو آپس میں ٹکرا ہی جاتے ہیں، سو اسی طرح ہم انسانوں کی بھی آپس میں کبھی نہ کبھی لڑائی ہو ہی جاتی ہے۔

آپ کے کسی دوست نے آپ کے کپڑوں پر روشنائی گرا دی، آپ کو بُرا لگا، آپ نے منہ بنا لیا اور ناراض ہو گئے۔

آپ نے اپنے دوست کی اُردو کی کتاب لی۔ کتاب کا ایک صفحہ آپ سے پھٹ گیا، دوست ناراض ہو گیا۔

یوں دوستوں میں ناراضیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ ہم سب انسان ہیں اور غلطیاں انسانوں ہی سے ہوتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم کسی سے ناراض ہوں یا کوئی ہم سے ناراض ہو تو پھر صلح ہی نہ کریں، بلکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ہمیں یہ ترغیب دی ہے کہ اگر کوئی ہم سے ناراض ہے یا ہم کسی سے ناراض ہیں تو ہم آگے بڑھ کر اُس سے صلح کر لیں۔ اگر ہماری غلطی ہو تو ہم معافی مانگ لیں اور اگر اُس کی غلطی ہو تو اُسے معاف کر دیں۔

آگے بڑھ کر صلح کرنے میں دو فائدے ہوں گے۔

پہلا تو یہ کہ آپ کے دوست کے دل سے آپ کے لیے غصہ اور بغض ختم ہو جائے گا، بلکہ اُس کے دل میں آپ کی محبت اور بڑھ جائے گی۔ غلطی آپ کی ہوئی تو وہ فوراً آپ کو معاف کر دے گا اور اگر غلطی اُس کی ہوئی تو وہ شرمندہ ہو جائے گا اور آپ سے معافی مانگ لے گا۔ یوں آپ کا دوست آپ کو واپس مل جائے گا۔

اور دوسرے فائدے کے تو کیا ہی کہنے۔

دوسرا بہت ہی بڑا فائدہ یہ ہے کہ حدیث مبارکہ کے مطابق صلح میں پہل کرنے والا جنت میں اپنے دُوسرے ساتھی سے پہلے داخل ہوگا۔

جی ہاں! ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمان عالی شان ہے:

''صلح میں پہل کرنے والا جنت میں پہلے داخل ہوگا۔'' [کلمات لامام الحسین ۱/۳۰۵]

اور کیا آپ کو پتا ہے اللہ تعالیٰ صلح میں پہل کرنے والے کو اتنا بڑا صلہ یعنی جنت پہلے کیوں دیں گے......؟

یہ اس لیے کہ صلح میں پہل کرنا اتنا آسان بھی نہیں۔ شیطان صلح میں پہل نہیں کرنے دیتا۔ طرح طرح کے وسوسے ذہن میں ڈال کر کوشش کرتا ہے کہ کوئی بھی صلح میں پہل نہ کرے۔

کبھی شیطان یہ خیال ذہن میں ڈالتا ہے:

''لو بھلا میں کیوں پہل کروں؟ میری غلطی تو نہیں تھی، غلطی اس کی تھی تو اسے ہی پہل کرنا چاہیے۔'' یا یہ کہ

''میں کیسے پہل کروں؟ وہ بھی کیا سوچے گا کہ میں تو اُس سے بولتا بھی نہیں اور یہ خود چل کر میرے پاس آ گیا۔''

تو قارئین! جب ایسے خیالات ذہن میں آئیں تو آپ ان کی طرف بالکل بھی دھیان نہ دیں، فوراً سمجھ جائیں کہ دراصل شیطان یہ خیالات آپ کے ذہن میں ڈال رہا ہے۔ شیطان دراصل آپ اور آپ کے دوست کو اکٹھا دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ وہ آپ دونوں کی دوستی کو ختم کرنا چاہتا ہے، لہٰذا آپ شیطان کی بات ماننے کی بجائے اپنے پیارے رحمٰن کی ماننے اور صلح میں پہل کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کیجیے۔

کیوں بھئی، تو پھر کریں گے نا اللہ میاں کو خوش......!؟

☆☆☆

حمد باری تعالیٰ

اللہ اللہ

محمد اُسامہ سَرسَری

لب پر صبح و شام ہے اللہ اللہ
کتنا پیارا نام ہے اللہ اللہ
نبیوں کا پیغام ہے اللہ اللہ
ولیوں کا الہام ہے اللہ اللہ
لوگو! اپنے کام سے مطلب رکھو
اپنا تو بس کام ہے اللہ اللہ
مرگِ شیطاں ہے اسلام کی صحت
زندگیِ اسلام ہے اللہ اللہ
اللہ، اللہ، آسانی، آسانی
راحت اور آرام ہے اللہ اللہ
معراجِ مومن کا کیا ہے ٹھکانا
آغاز اور انجام ہے اللہ اللہ
اس سے بڑھ کے فضیلت کیا ہو اُسامہؔ!
حامد کا انعام ہے اللہ اللہ

نئی ایجادات

۱۔سوٹ کیس کار:

اسماعیل صدیقی، نیویارک

پارکنگ کا مسئلہ نہ صرف ہمارے شہر میں بلکہ دنیا بھر میں ایک سنگین مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ کبھی کبھی تو سفر میں اتنا وقت خرچ نہیں ہوتا جتنا پارکنگ کی جگہ ڈھونڈنے میں صرف ہوجاتا ہے۔ ایسے میں آدمی کا دل چاہتا ہے کہ وہ کار کو لپیٹ کر اپنے ساتھ لے جائے۔

پہلے صرف کارٹون ایسی حرکت کر سکتے تھے، اب آپ بھی کر سکتے ہیں۔ برا نہ مانیں، ہم آپ کو کارٹون نہیں کہہ رہے بلکہ جاپان کی نئی کمپنی نے سوٹ کیس کار ایجاد کر کے ایسا ممکن بنا دیا ہے اس سوٹ کیس کا وزن فقط 50 پونڈ ہے جو کھل کر کار میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس کے پچھلے پہیے آسانی سے علیحدہ ہوسکتے ہیں اور جڑ سکتے ہیں۔ تین پہیوں والی اس کار کا اگلا پہیہ فولڈ ہوجاتا ہے۔ اسٹیرنگ وغیرہ بند کرتے وقت سوٹ کیس کے اندر رہتے ہیں۔ اسی طرح ہیڈ لائٹ، ہارن وغیرہ کو با آسانی لگایا اور ہٹایا جا سکتا ہے۔ اس کار میں 34 سی سی کا انجن لگا ہے اور اس کی رفتار 20 کلو میٹر فی گھنٹے تک ہے۔ کہیے کیسی لگی آپ کو یہ سوٹ کیس کار!!!!!

۲۔ٹھوس......جو ہوا سے ہلکا ہے:

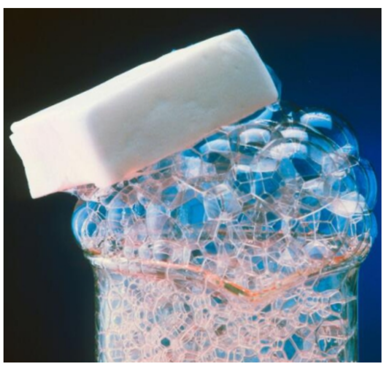

کیلیفورنیا میں واقع لارنس لیور مور نیشنل لیبارٹری کے سائنسدانوں نے ایک ایسا ٹھوس مادہ ایجاد کیا ہے جو ہوا سے بھی ہلکا ہے۔ سی جیل (Safe emulsion agar) نامی یہ ٹھوس مادہ ایک خاص قسم کے سمندری پودے سے حاصل ہونے والے مادے سے بنایا جاتا ہے۔ درحقیقت اس کا وزن اتنا کم ہے کہ اگر اس ٹھوس کے مسامات میں ہوا نہ بھری ہو تو یہ ہوا میں اڑتا پھرے۔ طبی نقطہ نظر سے یہ اتنا بے ضرر ہے کہ آپ اس کو کھا بھی سکتے ہیں۔ کم کثافت پر یہ ٹھوس مادہ نازک ہے مگر اگر کثافت بڑھا دی جائے تو یہ خاصا مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس ٹھوس مادے کو اب جہازوں میں استعمال کرنے، ریفریجریٹر میں بطور حاجز استعمال کرنے اور مختلف پیکنگ کے لیے استعمال کرنے کے متعلق سوچا جا رہا ہے۔

۳۔بلندی پر واقع بستر:

لوگ اکثر اپنی تھکن دور کرنے کسی خوشگوار پہاڑی مقام پر چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ پہاڑوں کی آب و ہوا انسانی صحت کے لیے بہت مفید ہے مگر صاحب! اب آپ روز روز تو پہاڑوں پر جانے سے رہے۔ سو ایگوز گیمو نامی ایک صاحب نے ایک ایسا بستر ایجاد کیا ہے جو گھر بیٹھے بیٹھے آپ کو پہاڑوں جیسی فضا میسر کر دے گا۔ گیمو صاحب کولاریڈو یونیورسٹی میں کیمیکل انجینئرنگ کے پروفیسر ہیں۔ یہ بستر دراصل ایک آٹھ فٹ لمبا سلیپنگ چیمبر ہے۔ آپ اس چیمبر میں ہوا کا دباؤ اتنا کم کر سکتے ہیں جتنا پندرہ ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ یہ چیمبر فائبر گلاس کا بنا ہے جس کا دروازہ پلاسٹک کا ہے۔ دروازے پر ایک ڈائل لگا ہوتا ہے جس کی مدد سے آپ اپنی پسند کی بلندی کا ماحول پیدا کر سکتے ہیں۔

۴۔اڑنے والی کار:

فرض کیجیے کہ کوئی شخص اپنی کار چلاتا ہوا جا رہا ہے۔ اچانک وہ اپنی کار لے کر ایک عمارت میں گھس جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلتا ہے تو اس کی کار ایک ہوائی جہاز میں تبدیل ہو چکی ہوتی ہے۔ یہ کوئی داستانِ الف لیلہ نہیں بلکہ ایرونا یونیورسٹی میں میکینکل انجینئرنگ کے پروفیسر اسٹیون کرو نے ایک ایسی ہی کار کا خاکہ تیار کیا ہے۔ یہ کار چار سال کے اندر اندر فروخت کے لیے موجود ہوگی۔ یہ مکمل کمپیوٹرائزڈ کار ہوگی اور خودکار طور پر اڑ بھی سکے گی۔

☆☆☆

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 1500 روپے بیرونِ ملک ایک میگزین 22000 روپے دو میگزین 25000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

جمعہ پڑھ کر گھر آیا تو بچیاں سر ہو گئیں کہ دریا کی سیر کو لے چلیے۔

اُن کا مطالبہ تو موسم کے مطابق بالکل درست اور ماننے کے قابل تھا مگر جمعے کے دن بچوں کو سیر پر لے جانا مجھے پسند نہیں۔ دراصل ہمارے ہاں جمعے کو اکثر لوگ تفریح کے لیے نکلتے ہیں اور ہر تفریحی مقام اور خاص طور پر دریا کے کنارے بہت رش ہوتا ہے۔ ایسے میں بچیوں کو لے کر گھر سے باہر نکلنا مجھے قطعاً پسند نہیں، اگرچہ وہ کم سِن ہی کیوں نہ ہوں، چنانچہ جب مجھے مزا نہیں آتا تو پھر بچوں کو مزا کیوں لینے دوں؟ سو گھڑی کی چوتھائی میں انکار کر دیا۔

مگر وہ کب ہتھیار ڈالنے والی تھیں، ضد کرنے لگیں اور بالآخر بچیوں کے اصرار اور وزیرِ داخلہ کے تیور دیکھ کر سیر کو جاتے ہی بنی، کیونکہ پرانوں سے سن رکھا ہے کہ ماننے ہی میں خیر ہے۔

اندرونِ شہر کی پر پیچ گلیوں سے نکل کر جونہی بائک جنوبی سرکلر روڈ پر ڈالی تو عجیب سا لگا کہ موسم قدرے سرد مگر خوشگوار ہونے کے باوجود سڑک پر چہل پہل مفقود تھی اور اس سے بڑھ کر حیرت اُس وقت ہوئی جب ہم قدیم مقامی پارک کے سامنے سے گزرے۔ وہاں مکمل سناٹا تھا، حالانکہ آپ وہاں سے دن میں گزریں یا شام میں، ڈھول ڈھمکوں کی آوازوں سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

”الٰہی! ماجرا کیا ہے؟“

میں نے یہ سوچتے ہوئے بائیک ٹھنڈی سڑک پر ڈال دی۔

یہ سڑک ڈیرہ چھاؤنی سے گزرتی ہے اور مشرق کی جانب دریائے سندھ کے کنارے تک چلی جاتی ہے۔ سیکورٹی خدشات کے باعث یہ سڑک گزشتہ دو دہائیوں سے بند ہے۔ صرف چھاؤنی کے رہائشیوں یا سرکاری دفاتر میں کام کرنے والوں کو گزرنے دیا جاتا ہے وہ بھی خوب تلاشی کے بعد۔

میرے پاس چھاؤنی کا پاس موجود تھا، اس لیے ہم آگے بڑھے لیکن یہ کیا؟ چوکس نگران نے دور ہی سے اشارہ کیا کہ آپ گزر سکتے ہیں۔

”الٰہی! ماجرا کیا ہے؟ یہ اتنے نرم کب سے اور کیسے ہو گئے؟“

میں منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تو عینی چہکی: ”یہ ہماری برکت ہے۔“

”ہاں! بچیوں کی تو بڑی برکات ہوتی ہیں۔“

میں نے فوراً مان لیا تو بشریٰ نے لقمہ دیا کہ یہ امی کا حکم ماننے کی برکت ہے۔

”جی جی! یہ بھی ہو سکتا ہے۔“ میں نے پورے دل سے کہا تو وہ تینوں کھلکھلانے لگیں۔

جب ہم ٹھنڈی سڑک سے ہو کر دریا کے کنارے پہنچے تو یہاں لوگوں کی آمد و رفت معمول سے زیادہ تھی، مگر ایک عجیب سی اداس سی خاموشی کا راج یہاں بھی تھا۔ سب کا رخ ایک خوب صورت سے پارک کی طرف تھا جو پہلے یہاں نہیں تھا۔ میں حیران رہ گیا کہ یہ پارک کہاں سے آ گیا؟ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔

”اِس میں حیرت کی کون سی بات ہے ابو! کچھ دیر پہلے آپ ہی نے تو بتایا تھا کہ کئی برسوں کے بعد اِدھر آ رہے ہیں۔“

عینی نے چند لمحوں میں میری حیرت دور کر دی۔

خیر جب ہم اس پارک کے داخلی دروازے کے پاس پہنچے تو یہاں بڑا سا بینر آویزاں تھا جس پر جلی حروف میں ’اعتراف‘ لکھا ہوا تھا۔

بائک پارکنگ میں کھڑی کر کے ہم پارک میں داخل ہو گئے۔

بالکل سامنے ہی دو بچے جن میں ایک بچہ سبز قبہ پہنے ہوئے تھا، فلسطین کا پرچم اٹھائے کھڑے تھے۔ ان کے معصوم چہروں پر ایک درد نمایاں تھا۔

ان سے چند قدم آگے ایک بچہ ایک کتبہ اٹھائے کھڑا تھا، جسے پڑھتے ہی دل بھر آیا۔

ایک عذاب ہے بستی بستی
ایک صدا ہے ماتم ماتم
ساری لاشیں ٹکڑے ٹکڑے
ساری آنکھیں پرنم پرنم

جی کڑا کر کے تھوڑا سا اور آگے بڑھے تو ایک بہت ضعیف بزرگ ہاتھوں میں کتبہ اٹھائے کھڑے تھے۔

دیکھنے والوں نے دیکھا ہے
اس شب جب شبِ خون پڑا تھا
گلیوں میں بارود کی بُو تھی
کلیوں پر سب خون پڑا تھا

”اف مالک!“

ابھی میں دل کو سنبھال ہی رہا تھا کہ عینی نے ایک اور کتبے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ میدانوں کی جب ہم جنگ ایوانوں میں ہارے تھے
عدو کی صف میں خود جس دَم کھڑے محسن ہمارے تھے

یکا یک اسلامی ممالک کے وہ چیدہ چیدہ سربراہان یاد آ گئے جو بچشم وسر یہودیوں سے گرم

جوش مصافحہ کر رہے تھے۔

''الٰہی ماجرا کیا ہے؟'' میں پھر بول اٹھا۔

حیرت کے عالم میں ہم چاروں آگے بڑھے تو سرخ لباس پہنے چند ننھی منی بچیاں نظر آئیں جو مترنم پڑھ رہی تھیں۔

ماؤں کے ہونٹوں پر ہیں نوحے
اور بہنیں کراہتی ہیں
رات کی تاریکی میں ہوائیں
کیسے سندیسے لاتی ہیں

''او میری کلیو! میری چاند جیسی بچیو! ہم وہ بزدل لوگ ہیں جو تمھارے زخموں پر مرہم بھی نہ رکھ سکے۔''

بے ساختہ میرے منہ سے نکلا اور میرا جی چاہا کہ اِن بچیوں سے لپٹ کر رو پڑوں۔

عینی نے آگے بڑھ کر میرے آنسو صاف کیے۔

دل پر قابو پا کر پارک کی شمالی جانب دیکھا تو وہاں فلسطینی پرچم تھامے دو درجن کے قریب کسی اسکول کے یونیفارم میں ملبوس بچے ٹھہرے لہک لہک کر پڑھ رہے تھے:

دینِ اسلام کو تیرا سر چاہیے
اب حسین ابنِ حیدر نہیں آرہا
دینِ حق ہے شریعت محمد کی اور
بعد اُن کے پیغمبر نہیں آرہا

پہلی بار دل کچھ سنبھلا۔

واقعی اب مصلحت کی نہیں غیرت کی ضرورت ہے!

انھی بچوں کے ساتھ کسی دینی مدرسے کے موتیوں جیسے بچے زور زور سے کہہ رہے تھے۔

لبیک یا غزہ!

لبیک یا مہدی!

ان کا جوش اور ولولہ دیدنی تھا۔ دل چاہا کہ کاش اب تو امام مہدی آ ہی جائیں۔ حضرت ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہو ہی جائیں۔ اس امت کے بے کسوں کو دجالی پنجے سے چھڑانے آ ہی جائیں۔

اگر میں وہاں کھڑا رہتا تو غش کھا کر گر جاتا، مستبشرہ میرا ہاتھ پکڑ کر جنوب کی طرف کھینچ لائی۔

یہاں رنگ برنگے بینر آویزاں تھے۔ سب سے بڑے بینر پر 'احساس' لکھا تھا۔ اس کے نیچے سیرت کو اپنانے کا درس تھا، سادگی کی تعلیم تھی، ماضی سے رشتہ جوڑنے کا پیغام تھا۔

ایک بچہ جس کے سر پر فلسطینی پرچم خوب صورتی سے رومال کی طرح بندھا ہوا تھا، پلے کارڈ اٹھائے ہوئے تھا:

اپنے کپڑے خود دھولینا، خاک کے بستر پر سو لینا
سادہ سادہ نیک طبیعت، صلی اللہ علیہ وسلم

بہت خوب، بہت ہی خوب......!

ابھی میں من ہی من میں داد دے رہا تھا کہ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی۔

بچیوں نے کہا: ''ابو! واپس چلیں کہیں بارش میں بھیگ نہ جائیں۔''

میرے ساتھ کھڑے صاحب بولے:

''اجی ذرا ٹھہریے! دعا ہونے والی ہے، دعا مانگ کر جائیے گا۔''

''دعا؟......کیسی دعا؟''

''آپ کو معلوم نہیں، گزشتہ ہفتے شہر بھر کے علماء جامعہ نعمانیہ میں جمع ہوئے تھے، طوفان الاقصیٰ کانفرنس کے عنوان سے۔ سو اس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ہم فلسطینی بھائیوں سے اظہار یکجہتی اور ہمدردی کی خاطر ایک انوکھا احتجاج کریں گے اور سب مل کر رب کے حضور اعترافِ جرم کریں گے کہ ان خونی حالات کے پیچھے ہماری کارستانیاں ہی ہیں۔ چنانچہ آپ ذرا دیر ٹھہریں، بڑے مولانا دعا کراتے ہی ہوں گے۔''

تب مجھے یاد آیا کہ واقعی میں تو اتنی اہم بات بھول ہی گیا تھا کہ بعد از جمعہ آل پارٹیز کی طرف سے یہ اقدام اٹھایا جانا تھا۔

میں شکر سے بھرے قدم اٹھاتا ہوا منبر کی طرف چل پڑا۔

ایک نحیف سی مگر بارعب آواز ابھری:

پھر سرخ سرخ ہے میرے دریاؤں کا پانی
لگتا ہے کہیں خون کی برسات پڑی ہے
اِن ظالموں کو جڑ سے مٹا دے میرے مولیٰ
سب ہاتھ اٹھاؤ کہ دعاؤں کی گھڑی ہے

پھر سب کے ہاتھ ہوا میں تھے، تمام لب دعا میں تھے، آسمان سے ابرِ رحمت برس رہا تھا، نیچے آنکھوں سے چشمے چھلک رہے تھے۔

بارش اور آنسوؤں کی رِم جھم میں، میری چشمِ تصور نے دیکھا کہ دور مسجدِ اقصیٰ مسکرا رہی ہے اور معصوم شہداء بچے بچیاں کہہ رہے ہیں:

شکر ہے تمھیں کچھ تو ہوش آیا......! ☆☆☆

جواہرات سے قیمتی

☆......بدبخت ہے وہ انسان جو خود مر جائے مگر اس کا گناہ نہ مرے۔
(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......بلند آواز سے رونا بے صبری اور قہقہہ مار کر ہنسنا سفاکی ہے۔ (امام غزالی رحمہ اللہ)

☆......حقیقی علم نور ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں ڈالتا ہے۔ (امام مالک رحمہ اللہ)

☆......زندگی کو رمضان جیسا بنا لو تو موت عید جیسی ہوگی۔

☆......خوش نصیب انسان وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال نیک ہوں۔

☆......خواہش بادشاہ کو غلام اور صبر غلام کو بادشاہ بنا دیتا ہے۔

☆......ہر ایک شیریں زبان کو دوست سمجھ لینا غلطی ہے۔

☆......احسان کر کے بھول جانے والا ہی دوستی کے قابل ہے۔

☆......بولنا اگر چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے۔

☆......شخصیت کی نشوونما اس وقت رک جاتی ہے جب انسان خود کو کامل سمجھتا ہے۔

☆......سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو اپنی زندگی کے مقصد سے غافل ہے۔

☆......مصلّے پر آنسو بہاؤ، پریشانیاں بہ جائیں گی۔

☆......شرافت سے جھکا ہوا سر ندامت سے جھکے ہوئے سر سے بہتر ہے۔

حافظ محمد احمد بن عرفان الحق۔ ملتان

حصہ اول

گیارھویں سینچری کا جائزہ

الحمدللہ! بچوں اور بڑوں کا ہر دل عزیز اور محبوب رسالہ 'بچوں کا اسلام' ۱۱۰۰ کا عدد عبور کر چکا ہے۔ یہ حضرت بانی مدیر کے اخلاص، مدیر موجود کی محنت اور لکھاری حضرات کی کاوشوں اور قارئین کی پسندیدگی کا نتیجہ ہے کہ یہ رسالہ اس عدد کو پہنچ سکا۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس رسالے کو تا صبح قیامت اپنی ضیاء پاشیوں سے پورے عالم کو منور کرتا رہے۔

درج ذیل سطور میں ایک سینکڑے یعنی ۱۰۰۱ سے ۱۱۰۰ تک کے شماروں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ پہلا شمارہ ۱۰۰۱، ۲۴ اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار شائع ہوا اور آخری شمارہ ۱۱۰۰، ۱۷ ستمبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار شائع ہوا۔ اس طرح بچوں کا اسلام کی گیارہویں سنچری مکمل ہوئی۔

شمارہ ۱۰۰۱ میں جناب مدیر بھائی محمد فیصل شہزاد صاحب دستک میں ارادہ اور وعدہ کرتے اور مدیر اعلیٰ جناب مولانا ڈاکٹر محمد افضل خان صاحب الف نمبر کی کامیاب اشاعت پر اظہار تشکر کرتے ہوئے نظر آئے۔

سرورق: ان سو شماروں میں خوب صورت اور دیدہ زیب سرورق دیکھنے کو ملتے رہے۔ سو میں سے ۸۱ شماروں میں کسی کہانی پر سرورق بنا۔ پندرہ شماروں میں دو دو کہانیوں یا تحریروں پر سرورق بنا اور چار شماروں میں تین تین کہانیوں یا تحریروں پر سرورق بنا۔ شمارہ ۱۰۰۱ سے ۱۰۳۱ تک تیس شماروں کے سرورق پر 'کڈز کولیکشن شوز' رسالہ ساتھ لانے پر 10% رعایت کی پیشکش کا اشتہار چھپتا رہا۔ شمارہ ۱۰۳۳ سے ۱۰۷۱ تک انتالیس شماروں کے سرورق پر 'آئیڈیل فارم ہاؤس' کا اشتہار چھپتا رہا۔

مختصر پر اثر: القرآن الحدیث ہر شمارے میں پابندی کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔ یہ بے حد شاندار نگینے تھے۔

مختار احمد۔ ملتان

دستک: رسالے کی جان اور روح مدیر بھائی کا اداریہ بعنوان دستک ہے۔ اس کے بغیر رسالہ پھیکا پھیکا لگتا ہے۔ گیارھویں سنچری میں یہ سوائے چار شماروں ۱۰۵۰، ۶۱، ۶۷ اور ۱۰۹۳ کے مستقل شائع ہوتی رہی۔ کچھ شماروں میں الف نمبر پر گفتگو ہوتی رہی۔ ۱۰۰۹ میں عتیق احمد صدیقی کے انٹرویو کا جبکہ کچھ شماروں میں نئے شروع ہونے والے سلسلوں کا اعلان ہوا۔ شمارہ ۱۰۱۴ اور ۱۵ کی دستک میں مدیر بھائی نے ڈیرہ اسماعیل خان سے آنے والے حافظ بھائی کی ملاقات کے احوال قارئین کی نذر کیے۔ شمارہ ۱۰۲۱، ۲۵، ۴۳، ۴۸ اور ۱۰۵۲ کی دستک میں تبصرہ کتب ہوا۔ ۱۰۳۲ کی دستک میں لمبی عمر کا گر بتایا گیا۔ ۳۹، ۴۰ اور ۴۱ کی دستک میں 'ان کی چاہت' کے عنوان سے قرآن پاک کے دل کو اپنے دل میں بسانے کی دعوت دی گئی۔ ۱۰۲۰ کی دستک بعنوان 'وعدہ' میں مدیر بھائی نے ایک اٹل اور تلخ حقیقت بیان کی اور آبدیدہ کر دیا۔ ۱۰۵۱ کی دستک میں حافظ عبدالرزاق خان کے روح افزا فون کا ذکر کیا۔ ۵۴ کی دستک بعنوان 'زیادہ ہی محتاط' میں مدیر کا خون بچانے کی قارئین سے درخواست کی۔ شمارہ ۱۰۵۵ میں مدیر مرحوم اشتیاق احمد رحمہ اللہ اور مدیر موجود دونوں کے اداریے چھپے۔ ۵۷، ۵۸ اور ۵۹ کی دستک میں بچوں کے ادب سے متعلق ایک عالمی تقریب منعقدہ اسلام آباد میں شرکت کے احوال بعنوان ایک مختصر مگر دلکش سفر کی روداد قارئین کی خدمت میں پیش کی۔ ۶۳ اور ۶۴ کی دستک میں ریکارڈ ساز کتب میلہ اور کچھ اچھی باتوں کا تذکرہ کیا۔ ۲۷، ۳۷ اور ۴۷ کی دستک میں اچھے لکھاری بننے کے گھر سکھائے گئے۔ شمارہ ۱۰۲۲ کی دستک انتہائی مختصر تھی کیونکہ اس صفحے پر حافظ عبدالرزاق خان کی دو باتیں چھپی تھی جبکہ مدیر بھائی محمد فیصل شہزاد صاحب نے اپنی دستک میں دیگر قارئین کو بھی دو باتیں لکھنے کی دعوت دی تھی۔ ۱۰۷۵ کی دستک میں پلوٹو کے سیارہ ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق پیش کی اور آخر میں بہت خوب صورت انداز میں انسان کے اللہ کا پسندیدہ بندہ بننے کے لیے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے طے کردہ معیار کا تذکرہ کیا۔ ۱۰۸۹ میں ایک تصوراتی سفر کی روداد کے لیے تمہید بیان کی اور اگلے چھ شماروں میں اس خوب صورت سفر کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے شہروں کی تصوراتی سیر کرائی گئی اور شمارہ ۱۱۰۰ کی دستک میں بچوں کا اسلام کے خاندان سے متعلق چند غمگین اور افسردہ خبریں سنائی گئیں اور الف نمبر کے متعلق ایک خوش کن خبر کا آئندہ ہفتے ذکر کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ شمارہ ۱۰۷۰ میں بچوں کا اسلام کی بیٹھک لگی جس میں چند خوش کن اور چند غمگین خبریں سنائی گئیں۔

مختصر پر اثر: سلسلہ ۷۵ شماروں میں شائع ہوا، جن میں تقریباً ۲۴۲ عنوانات پر پُر اثر مختصر واقعات یا تحریریں پڑھنے کو ملیں، جو یوں تو تمام ہی اسم بامسمیٰ تھیں لیکن شمارہ ۱۰۷۱ میں 'عظیم خواتین' کے عنوان سے ایک مختصر سی تحریر بہت دلچسپ اور حیران کن تھی۔ معلوم ہوا کہ ۳۵ بادشاہ ان کے محرم بیٹے بھتیجے اور بھائی تھے۔ اسی طرح فاطمہ بنت عبدالملک زوجہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی سات رشتوں سے شہزادی تھیں۔

مختصر پر اثر میں سرفہرست ام سارہ ہیں پھر مولانا اشرف حاصل پور تین بار، دانیال حسن چغتائی بھی تین بار، بنت عبدالحفیظ دو بار، ان کے علاوہ اقراش عاصم، محمد وقاص اور ایک مرتبہ۔ احمد عدنان طارق صاحب کی بھی پانچ مختصر تحریریں شائع ہوئیں۔

اے اللہ! اس سلسلے کے تحت کل ۵۹ مسنون دعائیں اس سینکڑے میں شائع ہوئیں۔

جواہرات سے قیمتی: یہ مستقل سلسلہ ۴۴ شماروں میں شائع ہوا جس کے تحت کل ۳۳۳ جواہرات قارئین نے سمیٹے۔ اس سلسلے کے جواہرات ارسال کرنے والوں میں سرفہرست عائشہ انجم، حفصہ عزیر، عزیر اسلم، خدیجہ خالد اور حافظ محمد احمد کبیر والا ہیں جنھوں نے دو دو بار جواہرات ارسال کیے۔ کسی ایک شمارے میں سب سے زیادہ تعداد میں شائع ہونے والے جواہرات سولہ ہیں جو اقراش عاصم کے ۱۰۳۹ میں شائع ہوئے۔

مسکراہٹ کے پھول: یہ مستقل سلسلہ بیس شماروں میں شائع ہوا۔ اُس کے تحت ۱۰۸ مسکراہٹ کے پھول کھلے۔ اللہ جل شانہ ہمیشہ ہنستا مسکراہتا رکھے بہن اقصیٰ عبید الرحمن درخواستی کو کہ انھوں نے اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں سب سے زیادہ چستی دکھائی اور سات شماروں میں قریباً چالیس پھول ان کے نام سے کھلے۔ ایک شمارے میں بنت مولوی شبیر احمد وہاڑی نے مسکراہٹ کے پھول کھلائے۔

نئے سلسلے:

شمارہ ۱۰۳۲ سے ایک نیا مستقل سلسلہ 'آیئے دین سیکھیے' کے نام سے شروع ہوا۔ اس سلسلے کے تحت عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاشرت سے متعلق عمومی مسائل قارئین کی جانب سے پوچھے گئے، جن کے جوابات مولانا ہارون الرشید عادل کی طرف سے دیے گئے۔ یہ سلسلہ تقریباً چالیس شماروں میں شائع ہوا۔

'اچھی خبریں' کے عنوان سے ایک اور نیا مستقل سلسلہ شمارہ ۱۰۳۵ سے شروع ہوا۔ اس سلسلے میں ملک بھر سے تمام قارئین کو اچھی خبریں رپورٹ کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس سلسلے کے تحت بائیس شماروں میں کل ۱۵۷ اچھی خبریں شائع ہوئیں۔ یوں تو اس سلسلے کی تمام خبریں خوش کن تھیں لیکن شمارہ ۱۰۴۹ میں شائع ہونے والی محمد بلال ولد نور زمان کی سیلاب میں تباہ شدہ ایک گھر کے ملبے تلے سے سات لاکھ نقد رقم اور تین تولہ سونا ملنے اور بعد میں یہ امانت اس کے مالکوں تک پہنچانے والی اچھی خبر انتہائی خوش کن، حیران کن اور متاثر کن تھی۔ اسی طرح کئی شہروں سے سیلاب زدہ علاقوں کے مکینوں کی امداد سے متعلق شمارہ ۱۰۵۰ میں شائع ہونے والی پانچ خبریں اور ام محمد جھنگ کی یتیم بچی والی خبر بھی انتہائی خوش کن اور رقت آمیز تھی۔

آپ کتنے پانی میں ہیں؟ کے نام سے ایک اور دلچسپ مستقل سلسلہ شمارہ ۱۰۶۱ سے شروع ہوا۔ اس سلسلے میں ہر شمارے میں مختلف موضوعات (دینی، تاریخی اور سائنس) سے متعلق پانچ سوال پوچھے جاتے ہیں اور ان کے جوابات لکھ کر اپنے پاس رکھنے کو کہا جاتا ہے۔ اگلے شمارے میں درست جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ سیکھنے کے اعتبار سے بہت اچھا سلسلہ ہے لیکن شمارہ ۱۰۷۲ میں جو چار سوالات شائع ہوئے، ان کے جوابات بہت تلاش کے باوجود اگلے شماروں میں نہیں ملے۔

بدن سلسلہ کے عنوان سے ایک اور نیا سلسلہ شمارہ ۱۰۴۰ سے شروع ہوا جس میں بدنِ انسانی کے مختلف اعضاء کی ساخت، ان کی خصوصیات اور افعال کے متعلق انتہائی مفید اور دلچسپ معلومات جناب سروہاراامبا کرنے سترہ اقساط میں نہایت دلچسپ انداز میں پیش کیں۔

مسلم فاتحین قدم بقدم کا سلسلہ اس سیکڑے میں ابوحنظلہ سعدی کے قلم سے سلطان محمود غزنوی کے حالات پر شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ان سوشماروں میں ابوحنظلہ سعدی کے قلم سے خیرالدین باربروسہ کا شمارہ ۱۰۶۰ میں تذکرہ ہوا۔

ناول/ ناولٹ: شمارہ ۱۰۰۳ سے محترمہ راکعہ رضا کا سائنسی مہماتی ناولٹ ''پروفیسر ہشم پشتم'' شروع ہوا اور سات اقساط میں مکمل ہوا۔

شمارہ ۱۰۱۹ سے ابن آس محمد کا جاسوسی ناول 'تین ننھے جاسوس' شروع ہوا اور چودہ اقساط میں مکمل ہوا۔ شمارہ ۱۰۷۳ سے قرآنی معلومات پر مشتمل ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر صاحب کا ناول 'خزانے کی تلاش' شروع ہوا اور گیارہ اقساط میں اختتام کو پہنچا۔

معلوماتی مضامین: ان سوشماروں میں بہت سے مفید معلوماتی مضامین شائع ہوئے جن میں فضلِ معبود چشتی سرفہرست رہے۔ جناب کا اندازِ تحریر نہایت دلچسپ ہے۔ ان میں 'جنریٹر' شمارہ ۱۰۰۹ میں، 'گیز ر' ۱۰۱۵، 'سائیکل' ۱۰۳۰، 'روشنی کا سفر' دو قسطوں میں ۱۰۵۰ اور ۱۰۵۱، 'چانداور ہم' ۱۰۶۹، 'مواصلاتی نظام کی تاریخ' شمارہ ۱۰۸۲ میں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ ابواحمد کے نام سے 'فلیمنگو' شمارہ ۱۰۴۸ میں شائع ہوئی۔ عظیم لطیف صاحب کے بھی تین معلوماتی مضامین شائع ہوئے۔ 'کالا گلابی نمک' شمارہ ۱۰۰۲ میں، 'بیری کا درخت' ۱۰۱۴، 'خرگوش' شمارہ ۱۰۲۰ میں، 'بادلوں کے اوپر پرواز' محمد احسن ۱۰۲۳ میں۔ علاوہ ازیں 'ہوائی جہاز میں ٹھنڈی ہوا' از عدیل عمر شمارہ ۱۰۵۴، 'سمندری شاہکار' از ابن یوسف ۱۰۱۳، 'اونٹ رے اونٹ' از سنابل فراز ۱۰۶۰، جدید شہروں کا بانی مختصر کہانی نما مضمون از سید نظر زیدی ۱۰۹۰، آب رواں کے اندر مچھلی بنائی تونے، از عبدالصمد بھٹی ۱۰۹۳ میں شائع ہوئے۔

تحقیقی مضامین: اس گیارہویں سینچری میں چند تحقیقی مضامین بھی شائع ہوئے۔ مثلاً ''باپ'' از ماہ نور صفدر شمارہ ۱۰۲۷ میں اور ارسلان صدیقی کے دو مضامین 'سن اور سنہ' ۱۰۶۷ میں، عیسوی اور شمسی ۱۰۷۲ میں شائع ہوئے۔ علاوہ ازیں ۲۳ یا ۲۴ مارچ' از پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب ۱۰۸۱ میں، اسلام پر تحقیق کا بہترین مرکز از یمنیٰ امجد ۱۰۸۵، 'پاکستان کے ڈائنوسار' از ظفر شمیم شمارہ ۱۰۹۶، 'نصف النہار' از عبدالرشید ۱۰۱۹، حروف ابجد اور ابجد خواں، از بنت محمود الٰہی ۱۰۳۲، 'AM اور PM' از قاسم عمر ۱۰۵۰، 'سمت کا پتا لگائیں' از سحر عندلیب ۱۰۵۵، 'انوکھے ہوٹل' از ملک محمد احسن ۱۰۴۱، 'ائیر بیگنر' از مزمل احمد ۱۰۴۲ اور 'نیلی وہیل' از علیم اعلم ۱۰۴۳ میں شائع ہوئے۔

اصلاحی مضامین: ایسے مضامین میں آصف مجید کی تحریریں خودداری، الکاظم، کفریہ کلمات شائع ہوئیں۔ علاوہ ازیں 'خود کو ڈھونڈیں' بنت مولوی شبیر احمد وہاڑی ۱۰۳۳ میں، 'انعام' ہمایوں تارڑ ۱۰۳۶ میں شائع ہوئیں۔

تاریخی واقعات: گیارہویں سینچری میں چند تاریخی واقعات بھی شائع ہوئے۔ ۸۰ دن کی ملکہ شمارہ ۱۰۱۸ میں از عتیق الرحمن، فصلی تاجر از محمد سلیم ۱۰۳۳، کیا آپ جانتے ہیں؟ از امن دھلوی ۱۰۷۲، قاضی کا امتحان از فہیم احمد ۱۰۸۹ اور انسان اور گھوڑا از بنات قاضی شمس الدین شمارہ ۱۰۹۳ میں۔

جہادی تحریریں: 'وہ سب سے الگ تھا' از اعظم طارق کوہستانی ۱۰۰۲ میں، قربانی اور از ابن آس محمد ۱۰۳۹ میں شائع ہوئیں۔ 'تم گواہ رہنا' از الطاف حسین ۱۰۰۳، 'تجدید عہد کر چلے' از زاہدہ عروج تاج ۱۰۴۳ 'اور یہ تیرے جانباز' از غازی مختار، یہ تینوں ۱۹۶۵ء کی جنگ کے واقعات ہیں۔

زبان و بیان سیریز: اس سلسلے کی صرف دو قسطیں مدیر محترم کے قلم سے اس سیکڑے میں شائع ہوئیں۔ ۱۰۱۴ میں 'وقفے کی علامات' اور ۱۰۶۰ میں 'امالہ' کی تفصیلات جبکہ شمارہ ۱۱۰۴۷ میں مرزا عطاء الرحمن بیگ کی تحریر 'اضافت کے چار اصول' بھی اس سلسلے کے تحت شائع ہوئی۔

لفظ سیریز: اس سلسلے کی فقط ایک قسط مولانا محمد اسامہ سرسری کے قلم سے لفظ 'ارطغرل' کی تحقیق ۱۰۱۹ میں شائع ہوئی جبکہ 'ایک لفظ دردِ جود دردسر بن گیا' از شان الحق حقی ۱۰۳۶ میں، 'لفظوں کا دلچسپ سفر' انتخاب محمد یاسر ۱۰۹۹ میں شائع ہوئیں۔

ماموں مہربان سے پوچھیے! نامی سلسلے میں مدیر بھیا مہربانی کا لباس زیب تن کیے شمارہ ۱۰۷۴ میں نمودار ہوئے۔

آپ بیتی: اس عنوان کے تحت ان تحریروں کا تذکرہ پیش خدمت ہے جو قارئین نے 'بچوں کا اسلام' سے سیکھا۔ بچوں کا اسلام از عبدالہادی ۱۰۰۹ میں ڈاک خانہ اور ہم از جویریہ اشرف، ۱۰۳۵ میں کہانی کی خوشبو از عاطف حسین شاہ، 'بچوں کا اسلام اور ہم' محمد اقراش عاصم ۱۰۵۱، دل کا قلم از امن ارشد ۱۰۵۹، جو ہم نے سیکھا حیا احمد ۱۰۶۵، کیسے لکھیے از گل ثمن ۱۰۶۷ اور کالج میں بچوں کا اسلام کا تعارف از محمد عثمان ارشاد ۱۰۷۱ میں شائع ہوئیں۔ ان کے علاوہ ''الف نمبر'' میں بچوں کا اسلام کی کہانی سنانے والے قاری عبدالرحمن صاحب نے بھی شمارہ ۱۰۲۶ میں 'بلند خان سے ملیے' کے عنوان سے اپنی آپ بیتی سنائی۔

عبادات: چند ایسی تحریریں شائع ہوئیں جن میں مخصوص عبادات کے فضائل وفوائد بیان کیے گئے تھے، جیسے 'رات کے اعمال کی فضیلت' از اختر علی ۱۰۰۴، رمضان کی آخری رات مرسلہ ابوابراہیم ۱۰۲۸، یہ دس راتیں اہلیہ عابد ۱۰۳۷، تہجد اور فرض نماز ۱۰۵۱، تلاوت کلام پاک کا اثر ۱۰۶۱، جنت میں مکان فیصل احمد ۱۰۶۱، 'جو مفید بھی ہو' عبدالغفار ۱۰۶۸ میں شائع ہوئیں۔

سیرت النبی: اللہ تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے ڈاکٹر اختر حسین عزمی صاحب کو جنھوں نے نہایت آسان اور انتہائی دلچسپ انداز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کو سپرد قلم کرنا شروع کیا۔ میر حجاز نامی یہ سلسلہ شمارہ ۱۰۲۳ سے شروع ہوا اور ۱۱۰۰ میں اس کی اٹھترویں قسط شائع ہوئی۔

علاوہ ازیں سیرت النبی پر شمارہ ۱۰۶۳ میں بنت شکیل اختر کی تحریر 'صدیوں پرانا خط' بھی شائع ہوئی۔

سیرتِ صحابہ کرام: اسمائے اہل بدر از محمد صدیق ۱۰۰۱ میں، اسمائے اہل صفہ از خولہ بنت کمال ۱۰۴۵ میں، ہندوستان آنے والے صحابہ از احمد سلمان ۱۰۶۸، 'دربار نبوت سے جن کو لقب ملا' از ابن وارث ۱۰۶۲۔ اثر جون پوری کی دو نظمیں صحابہ صحابہ اور یاران مصطفی اور جمیل الرحمن عباسی کی نظم خیر الامم صحابہ بھی شائع ہوئیں۔

عظیم شخصیات: اِن سوشماروں میں جن عظیم دینی برگزیدہ شخصیات کا تذکرہ ہوا وہ یہ ہیں: ایاس بن معاویہ از ہادیہ یاسر ۱۰۰۲، مجدد الف ثانی از عبدالحق معظم ۱۰۰۴، شاہ ولی اللہ از ضیاء اللہ عزمی ۱۰۱۱، بڑے لوگ عبداللہ فروخ ۱۰۱۴، ابراہیم تیمی وابراہیم نخعی ۱۰۲۰ از جمیل الرحمن عباسی، فاتح اندلس طارق بن زیاد از بنت سراج ۱۰۳۵، سیرۃ النعمان امام ابوحنیفہ کا تذکرہ محمد اقراش عاصم اور یوسف عبدالرب کے قلم سے قابل تقلید ۱۰۸۰ میں چھپیں اور منقبت مجدد الف ثانی ارسلان اللہ خان کا منظوم کلام ۱۰۴۲ میں۔

(جاری ہے)

انوکھے معمار

جاوید بسام

علی جب پانچویں جماعت میں گیا تو ابو نے اسے نصاب کے ساتھ جیومیٹری باکس بھی خرید کر دیا۔

جب جماعتیں شروع ہوئیں اور کچھ دنوں بعد وہ جومیٹری کے باب پر پہنچے تو استاد صاحب نے بچوں کو جومیٹری کی اشکال بنانا اور مقداروں سے حساب کرنا سکھایا۔علی کو یہ مضمون بہت آسان اور مزیدار لگا۔وہ مزے سے تمام حل نکال لیتا اور اشکال بنانا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کام تھا،لیکن علی کچھ لاپروا لڑکا تھا۔جلد ہی اس کا جومیٹری باکس ٹوٹ پھوٹ گیا۔اب اس کا سامان بستے میں گر جاتا،لیکن علی کچھ پروا نہیں کرتا تھا۔

ایک دن جب وہ اسکول سے واپس آرہا تھا اور اُس کے بستے کی زپ حسب معمول کھلی ہوئی تھی کہ بستا ٹیڑھا ہوا اور کچھ سامان سڑک پر گر گیا۔

علی کو بالکل بھی پتا نہ چلا۔وہ اپنی دُھن میں سیٹی بجاتا چلتا رہا۔

آئیں آج آپ کو اُن چیزوں کی کہانی سنائیں جو علی کے بستے سے گر گئی تھیں۔

اُن میں ایک فٹا (اسکیل)، ایک پرکار، پینسل، ربڑ، مثلث اور نوٹ بک شامل تھی۔

جونہی وہ سب بستے سے گرے، انھوں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

وہ پریشان تھے کہ ہم کہاں آ گئے، لیکن پھر فٹا خوش ہو کر بولا:

’’واہ......ہم آزاد ہو گئے! دیکھو ذرا کتنی کھلی فضا ہے۔اچھا ہوا اِس اندھیرے بستے سے ہمیں نجات ملی۔‘‘

’’مگر اب ہم کیا کریں گے؟‘‘ پینسل نے پریشانی سے کہا۔

’’بھئی ہم خوب گھومے پھریں گے۔ دیکھو سامنے گھاس کا میدان ہے، چلو سیر کو چلتے ہیں۔‘‘ پرکار بولا۔

آخر سب دوست سڑک سے اتر کر میدان میں چلے آئے۔

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ وہ میدان میں دوڑنے لگے۔ کئی بار لڑھکے، قلابازیاں کھائیں اور ہنستے مسکراتے قلانچیں بھرتے بہت دور نکل گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ پکنک منانے آئے ہیں۔

وہ ایک ویران علاقہ تھا۔

میدان ختم ہوا تو جنگل شروع ہو گیا۔ وہاں ہر طرف گھنے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ وہ جنگل میں گھس گئے۔ وہاں انھوں نے جھاڑیوں سے کاسنی رنگ کے پھول توڑے اور بیری کے درخت کے نیچے پڑی بیریاں چن کر کھائیں، پھر انھیں وہاں رس بھری کی جھاڑیاں بھی مل گئیں۔ کھٹی میٹھی رس بھریاں انھیں بہت پسند آئیں۔

وہ اپنی دُھن میں آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک دوراہا آ گیا۔

اب اُن میں بحث شروع ہو گئی۔

فٹا بولا: ’’میرا خیال ہے ہمیں دائیں سمت چلنا چاہیے۔‘‘

پینسل بولی: ’’نہیں بائیں سمت چلنا چاہیے۔‘‘

اب فٹا، مثلث اور پرکار دائیں جانب جبکہ ربڑ، پینسل اور نوٹ بک بائیں جانب چلنے کا اصرار کر رہے تھے۔

آخر تنگ آ کر انھوں نے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

دونوں ٹولیاں الگ الگ اپنے اپنے راستے پر روانہ ہو گئیں۔

جب فٹا، پرکار اور مثلث چلتے ہوئے گھنے جنگل میں پہنچے تو انھیں بھیڑیے گھومتے نظر آئے۔

وہ گھبرا کر گھاس میں چھپ گئے مگر بھیڑیوں نے اُن پر توجہ نہ دی۔

جب بھیڑیے آگے بڑھ گئے تو مثلث نے کہا: ’’ارے یہ تو بہت خطرناک علاقہ ہے۔ یہاں رہنے کے لیے ایک گھر ہونا بہت ضروری ہے۔‘‘

’’لیکن ہمارے لیے گھر کہاں سے آئے گا؟ ہم گھونسلا بنا سکتے ہیں اور نہ زمین میں بل۔ کیوں کہ ہمیں اڑنا آتا ہے اور نہ ہی زمین کھودنا۔‘‘ فٹا فکرمندی سے بولا۔

پرکار نے کہا: ’’اچھا لیکن ہم کسی غار میں بھی تو رہ سکتے ہیں۔‘‘

مثلث اور فٹے نے اِس تجویز کو پسند کیا۔

کچھ دور چھوٹی سی ایک پہاڑی تھی۔ وہ اِس طرف بڑھ گئے۔جلد ہی انھیں پہاڑی میں ایک غار نظر آ گیا۔تینوں اُس میں داخل ہوئے تو انھیں اندھیرے میں دو چمکتی آنکھیں نظر آئیں۔

وہ گھبرا کر واپس بھاگے۔

وہ ایک جنگلی بلی تھی۔ اس نے جو اپنی دہلیز پر شکار دیکھا تو اُن کے پیچھے بھاگی۔ تینوں چیخیں مارتے، لڑھکتے بھاگے جا رہے تھے کہ کیا مصیبت گلے پڑ گئی۔ بلی بہت برق رفتار تھی، اس نے جلد ہی مثلث کو پکڑ لیا، لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ وہ کھانے کی چیز نہیں ہے تو فوراً چھوڑ کر واپس غار میں چلی گئی۔

تینوں دوست خوف سے تھر تھراتے آگے بڑھے۔ مثلث کا تو بہت ہی برا حال تھا۔

آخر فٹا بولا۔ ''اگر ہم نے یہاں رہنا ہے تو ہمیں انسانوں کی طرح ایک گھر بنانا ہوگا تا کہ ہم محفوظ رہ سکیں۔''

''ہم گھر کیسے بنا سکتے ہیں؟'' پرکار نے پوچھا۔

''یہ اتنا مشکل نہیں، تم بھول گئے علی جب اپنی کاپی میں کام کرتا تھا تو ہم سے کس طرح کام لیتا تھا؟ وہ سطریں کھینچتا، اسکوائر، مثلث اور پرکار کی مدد سے اشکال بناتا تھا۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس طرح اپنا گھر بنا سکتے ہیں۔ یہاں بہت زمین خالی پڑی ہے اور مٹی اور پتھروں کی بھی کوئی کمی نہیں۔'' فٹے نے کہا۔

دونوں دوستوں نے اس کی تجویز کو پسند کیا، لہٰذا ایک مناسب جگہ دیکھ کر تینوں دوست فوراً کام میں جت گئے۔

☆......☆

اب باقی تینوں کا احوال سنیں کہ ان پر کیا بیتی......!

پینسل، ربڑ اور نوٹ بک بائیں سمت چلتے جنگل کے اس حصے میں پہنچ گئے، جہاں گھات لگائے ایک بھوکی لومڑی کسی شکار کا انتظار کر رہی تھی۔

انھیں دیکھ کر وہ چوکس ہوگئی۔ وہ کچھ حیران بھی تھی کیوں کہ اِس سے پہلے اس نے ایسی چیزیں نہیں دیکھی تھیں۔ جونہی وہ قریب آئے، لومڑی نے ان کی طرف جست لگائی۔

وہ گھبرا کر بھاگے کہ یہ کیا مصیبت آگئی۔ اب سب سے آگے پینسل، اس کے پیچھے ربڑ، اس کے پیچھے نوٹ بک اور آخر میں لومڑی قلانچیں بھرتی بھاگی آ رہی تھی۔

جلد ہی اس نے نوٹ بک کو پکڑ لیا اور منہ مارا، مگر کوئی مزہ نہ آیا، نہ ہی اس میں سے کھانے کی خوشبو آ رہی تھی۔ لومڑی بہت حیران ہوئی۔ آخر اس نے نوٹ بک کو چھوڑ دیا اور دوسری طرف چل دی۔

نوٹ بک بے چاری ہانپتی کانپتی آگے بڑھی تو ایک ٹیلے کے پیچھے سے پینسل اور ربڑ باہر نکلے اور اس سے خیریت پوچھی۔

نوٹ بک کے کچھ صفحے پھٹ گئے تھے اور جلد پر لومڑی کے پنجوں کے نشان آ گئے تھے۔ وہ روہانسی ہو کر بولی: ''اس کمبخت نے تقریباً میری جان ہی نکال دی تھی، بس قسمت تھی جو میں بچ گئی۔''

تینوں ٹیلے کے پیچھے بیٹھ گئے۔ جب حواس کچھ بحال ہوئے تو ربڑ بولا:

''یہ خطرناک علاقہ ہے، ہمیں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنی ہوگی۔''

قریب ہی ایک درخت پر شہد کی مکھیوں کا بڑا سا چھتہ تھا۔ مکھیاں اس میں آ جا رہی تھیں۔

پینسل بولی: ''ہمیں بھی چھتا بنا لینا چاہیے۔''

''مگر ہم چھتہ کیسے بنائیں گے؟ ہمیں اڑنا نہیں آتا۔'' نوٹ بک بولی۔

''کیا ہم مینڈکوں کی طرح پانی میں نہیں رہ سکتے؟'' ربڑ نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں، میں بھیگ کر خراب ہو جاؤں گی۔'' نوٹ بک چیخی۔

آخر تینوں سوچ میں ڈوب گئے کہ اب کیا کریں؟

☆......☆

اب دوسری ٹولی کی سنیں:

پرکار، مثلث اور فٹا کئی دن تک گھر بنانے میں لگے رہے۔ انھوں نے خوب محنت

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات

- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

تابعین کے واقعات

- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف

اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیت العلم

کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

کی۔ مضبوط دیواریں اور خوبصورت کھڑکی دروازے لگائے۔ گھر کی چھت ڈھلوان تھی جس پر سرخ اینٹیں لگائی گئی تھیں۔ گھر بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ جب گھر تیار ہو گیا تو وہ اس میں رہنے لگے۔

اب انھیں پروا نہیں تھی، چاہے باہر خوفناک جانور چنگھاڑ رہے ہوں یا آندھی اور سخت طوفان بادوباراں آیا ہوا ہو۔ وہ گھر کے دروازے بند کر کے گھر میں محفوظ رہتے۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ انھوں نے محسوس کیا کہ گھر ایک طرف کو جھک رہا ہے۔

وہ گھبرا گئے۔ اگلے دن تک وہ اور جھک گیا۔ تینوں پریشان تھے کہ اب کیا کریں؟ ایسا لگتا تھا کہ گھر اب گرا کہ تب گرا۔

آخر تینوں ڈر کر باہر نکلے اور ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد گھر زمین بوس ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اُن کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرانے لگے کہ تم نے ٹھیک کام نہیں کیا تھا۔ وہ دیر تک لڑتے رہے پھر تھک کر خاموش ہو گئے۔ اُن میں فٹا زیادہ سمجھدار تھا، وہ بولا:

''ہم لوگ بھول گئے، جب علی کوئی شکل بناتا تو اس کا حساب کتاب بھی کرتا تھا جو ہم نے نہیں کیا، میرا خیال ہے اِسی وجہ سے ہمارا گھر کمزور رہا اور گر گیا۔''

دونوں دوستوں کو بھی یہ بات یاد آ گئی۔

مثلث نے کہا: مگر ہمارے پاس حساب کتاب کرنے کے لیے نوٹ بک اور پینسل نہیں ہیں، نہ ہی اپنی غلطی سدھارنے کے لیے ربڑ!''

''ہاں ہمیں اپنے تینوں ساتھیوں کو تلاش کرنا ہوگا، پھر ہم پوری تیاری کے ساتھ گھر بنائیں گے۔'' فٹا بولا۔

آخر وہ اپنے باقی ساتھیوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

☆......☆

اب باقی تینوں کا احوال سنیں:

بہت سوچ بچار کے بعد پینسل، ربڑ اور نوٹ بک نے فیصلہ کیا کہ انھیں بھی شہد کی مکھیوں کی طرح ایک گھر بنا لینا چاہیے۔ علی پینسل سے نوٹ بک پر اشکال بناتا تھا، کچھ غلط ہو جاتا تو ربڑ سے مٹا کر درست کرتا تھا، انھیں سب یاد تھا سو انھوں نے تمام حساب کتاب لگایا اور گھر کی تعمیر شروع کر دی۔ جب کوئی غلطی ہو جاتی تو ربڑ غلطی مٹا دیتا اور وہ درست کر دیتے۔

انھوں نے بہت محنت سے ایک خوبصورت گھر بنایا، جب گھر تیار ہو گیا تو ربڑ اور پینسل تو دروازے سے داخل ہو گئے، مگر نوٹ بک پھڑ پھڑاتی ہوئی باہر ہی رہ گئی۔ کیونکہ دروازہ بہت چھوٹا تھا۔

ابھی وہ کھڑی غصے سے بک بک کر رہی تھی کہ اندر سے پینسل کی چیخ سنائی دی۔ آخر وہ سر پکڑے باہر آئی اور روتے ہوئے بتایا کہ گھر کی چھت بہت نیچی ہے، میرے سر پر چوٹ لگ گئی ہے۔

تینوں پریشانی سے باہر بیٹھ گئے۔ گھر بڑا بے تکا بنا تھا۔ اس میں ٹیڑھی میڑھی کھڑکیاں اور پتلے دروازے تھے۔ چھت انڈے کی طرح تھی۔

نوٹ بک غصے سے بولی: ''ہم نے اتنی محنت کی، بار بار غلطی بھی سدھاری مگر پھر بھی ہماری محنت ضائع گئی۔ ہم اس گھر میں نہیں رہ سکتے، آخر ہم سے غلطی کیا ہوئی؟''

پینسل کچھ سوچتے ہوئے بولی: ''ہماری ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے کسی چیز کا ناپ نہیں لیا، کیونکہ ہمارے پاس فٹا نہیں تھا۔ تمھیں یاد ہوگا۔ علی جب کوئی چیز بناتا تو حساب کرنے کے بعد اس سے مدد لیتا تھا۔ اسی طرح پرکار اور مثلث سے بھی نہ صرف گھر خوبصورت بنتا بلکہ ہر چیز متناسب بنتی۔''

''اوہ ہاں! اب ہم کیا کریں؟'' نوٹ بک نے پوچھا۔

''ہمیں اپنے باقی دوستوں کو ڈھونڈنا ہوگا، ورنہ ہم اس جنگل میں زیادہ دن نہیں رہ سکیں گے۔'' ربڑ بولا۔

''دونوں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور اپنے دوستوں کو ڈھونڈنے نکل گئے۔

☆......☆

جنگل بہت وسیع تھا۔ وہاں اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کا اپنی جیسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو ڈھونڈنا بہت مشکل تھا، لیکن کہتے ہیں اگر نیت خالص ہو تو ڈھونڈنے سے خدا بھی مل جاتا ہے۔ آخر پورا دن تلاش کے بعد سب دوست ایک جگہ مل گئے۔ دونوں ٹولیوں نے ایک دوسرے کو تمام احوال سنایا۔ سب خوب پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسے، پھر نوٹ بک بولی:

''اچھی بات یہ ہے کہ ہم نے جلد اپنے غلطی کو محسوس کر لیا اور اس کے حل کی کوشش میں بھی لگ گئے۔ اب ہم لڑنے اور جدا ہونے کی بجائے باہم مل کر ایک شاندار گھر بنائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

پھر انھوں نے ایسا ہی کیا۔ انھوں نے باہم مشورہ کیا، پھر پینسل نوٹ بک پر سب حساب کتاب لکھنے لگی۔ ربڑ اُس کی مدد کے لیے پاس ہی مستعد کھڑا تھا۔ جہاں کوئی غلطی ہو جاتی، وہ جلدی سے بتاتا اور بڑھ کر مٹا دیتا۔

سب اپنا کام خوشی خوشی کر رہے تھے۔ نوٹ بک بھی چہک رہی تھی۔

جب سب حساب کتاب پورا ہو گیا تو اَشکال بنانے کا مرحلہ آیا۔

اب فٹے کا کام شروع ہوا۔ گھر کا حدودِ اربعہ اور سب دیواریں، کھڑکیاں، دروازے اور سیڑھیاں اُس سے ناپے گئے۔ پرکار سے قوسیں لگا کر چھت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا گیا، مثلث سے روشندان اور چھت کی ڈھلوانیں بنائی گئیں۔

آخر نوٹ بک پر ایک خوبصورت گھر کا نقشہ ابھر آیا۔

پھر انھوں نے جنگل کے وسط میں بہتی ایک ندی کے کنارے اپنے گھر کی تعمیر شروع کر دی۔ سب سخت محنت اور لگن سے کام میں جت گئے۔ کچھ دنوں بعد گھر تیار ہو گیا۔ وہ بہت خوبصورت اور آرام دہ تھا۔ سب مل کر ہنسی خوشی اُس میں رہنے لگے۔

آج بھی اگر آپ کبھی جنگل میں جائیں تو کاسنی پھولوں کی جھاڑیوں کے درمیان آپ کو پریوں کی کہانی جیسا ایک گھر نظر آئے گا، جس کی سرخ ڈھلوان چھتیں اور اونچی چمنیاں ہیں، جن سے دھواں نکلتا نظر آتا ہے۔ وہ گھر اسی جیومیٹری خاندان ہی کا ہے۔ وہ سب اب وہاں محبت اور باہمی اتفاق سے رہتے ہیں۔

☆☆☆

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

بنوشیبان کے خیموں سے اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابوبکر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہمراہی میں منیٰ میں عقبہ کی گھاٹی کے پاس لگے خیموں کے درمیان پہنچے۔ رات ہو چکی تھی۔ کچھ لوگ اپنے سر مونڈ رہے تھے تو کچھ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہم گفتگو کرتے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدھے ان کی طرف رخ کیا۔

یہ یثرب کے چھے جوان تھے۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے پوچھا: (مفہوم) ''تم کس قبیلے سے ہو؟''

قبیلہ خزرج سے۔'' انھوں نے جواب دیا۔

''وہ خزرج جو یہود کے حلیف ہیں؟''

''ہاں!''

''کچھ دیر یہاں بیٹھ سکتے ہو؟ میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''جی ضرور۔'' یہ کہتے ہوئے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی، اپنی رسالت اور اسلام کی تعلیمات پیش کیں اور قرآن حکیم کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اور قرآن سن کر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے: ''یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جس کی آمد کی پیش گوئیاں یہودی ہمیں سناتے ہیں، لہٰذا اب ان پر ایمان لانے میں یہود تم پر سبقت نہ لے جانے پائیں۔''

بنوخزرج کے ساتھ یثرب میں یہود بھی بڑی تعداد میں رہتے تھے۔ بنوخزرج بت پرست اور اَن پڑھ تھے جبکہ یہود اہلِ کتاب اور اہل علم سمجھے جاتے تھے۔ جب یہود کو ان سے کوئی تکلیف پہنچتی تھی تو وہ اکثر یہ کہتے:

''کوئی بات نہیں! جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ ہم اس کے ساتھ مل کر تمھاری شرارتوں کا مزہ تمھیں چکھائیں گے اور تمھیں عاد اور ثمود کی طرح قتل کریں گے۔''

ایک نبی کی آمد کی خوشخبری یثرب میں زبان زدِ عام تھی۔ چنانچہ یہ چھے افراد اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

یثرب کے قبیلہ اوس اور خزرج کے درمیان قریبی زمانے میں ایک بڑی خونریز جنگ، جنگ بعاث ہوئی تھی جس نے دونوں قبائل کو چور چور کر دیا تھا۔ دونوں طرف کے بڑے بڑے سور ما سردار مارے گئے تھے، اس لیے انھوں نے توقع ظاہر کی:

''یارسول اللہ! ہم اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ کسی قوم میں ان جیسی عداوت اور دشمنی نہیں پائی تھی۔ ممکن ہے کہ اللہ آپ کے ذریعے انہیں یکجا کر دے۔ ہم وہاں جا کر لوگوں کو آپ کی طرف دعوت دیں گے اور یہ دین جو ہم نے خود قبول کرلیا ہے، ان پر اسے پیش کریں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے میں سب کا اتفاق ہو گیا تو آپ سے بڑھ کر وہاں معزز کوئی نہیں ہوگا۔'' (حیاۃ الصحابہ)

ایام حج میں بنی عبس کا قبیلہ جمرۃ الاولیٰ کے سامنے منیٰ کے میدان میں خیمہ زن تھا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُونٹنی پر سوار ان کے پڑاؤ میں آئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے اُونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قبیلہ کو اسلام کی طرف دعوت دی۔

اس قبیلے کا ایک سردار میسرہ بن مسروق بھی تھا، اس نے اپنے قبیلے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر ہم اس شخص کی تصدیق کریں اور انھیں اپنے ساتھ لے جا کر اپنے قبیلے میں ٹھہرائیں تو بڑی عقل مندی ہوگی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کا دین غالب آ کر رہے گا اور دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچے گا۔''

''میسرہ! اس بات کو رہنے دو۔ جب ہم میں اس ذمے داری کو سہارنے کی قوت نہیں ہے تو ہم اس بوجھ کو کیوں اٹھائیں!'' قبیلے کے دیگر لوگوں نے کہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب میسرہ کی بات سنی تو ان کے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ شاید میسرہ اسلام قبول کرلے، چنانچہ آپ نے اس سے گفتگو کی۔

اس نے آپ کی بات سن کر کہا: ''آپ کی گفتگو بڑی عمدہ اور سراپا نور ہے، لیکن میری قوم اس بارے میں میری مخالف ہے اور فرد کی عزت اس کی قوم سے ہوتی ہے۔ اگر وہ اس کی تائید نہ کرے تو کنارہ دور ہو جاتا ہے۔''

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے آئے اور بنو عبس بھی اپنے وطن کو روانہ ہو گئے لیکن میسرہ کے دل میں محمد کی باتیں گھر کر گئیں۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی قوم محمدؐ کے دین کو قبول کرلے۔ (سیرۃ ابن کثیر)

ذوالمجاز کی منڈی میں خاصی چہل پہل تھی۔ عباد الدّیلی کا نوعمر لڑکا ربیعہ بھی اپنے باپ کے ساتھ خریداری کے لیے گھوم پھر رہا تھا۔

اس نے دیکھا کہ ایک صاحبِ وجاہت ایک ایک قبیلے کے پڑاؤ پر جاتے ہیں اور اہل قبیلہ سے کہتے ہیں: ''اے بنی فلاں! میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تمھیں ہدایت کرتا ہوں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ تم میری تصدیق کرو اور میرا ساتھ دو تاکہ میں وہ کام پورا کروں جس کے لیے اللہ نے مجھے بھیجا ہے۔''

اب جہاں یہ شخص بات کرتا ہے اس کے پیچھے پیچھے عدنی حُلّہ اوڑھے سرخ رنگت والا ایک اور شخص آ جاتا ہے اور وہ کہتا ہے: ''اے بنی فلاں! یہ تمھیں لات اور عزیٰ سے پھیر کر گمراہی کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اس کی بات ہرگز نہ ماننا اور نہ اس کی پیروی کرنا۔''

ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جب ہر جگہ یہی تکرار سنی تو اس نے اپنے باپ سے پوچھا:

''یہ دونوں کون ہیں؟''

''یہ پہلے والے صاحب بنو ہاشم کے جنا محمدؐ بن عبداللہ ہیں اور ان کی مخالفت کرنے والا ان کا چچا ابولہب ہے۔'' باپ نے جواب دیا۔ بھتیجے کی مخالفت میں ابولہب پاگل ہوا جا رہا تھا۔

ذوالمجاز کے بازار میں طارق بن عبداللہ المحاربی نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار میں جگہ جگہ کہتے جاتے ہیں: ''لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ لو، فلاح پاؤ گے۔''

ان کے پیچھے پیچھے ایک شخص ان کی طرف سنگریزے پھینک رہا ہے، حتیٰ کہ پیغمبرؐ اسلام کی ایڑیاں خون سے تر ہو گئی ہیں اور یہ شخص کہتا جاتا ہے: ''یہ جھوٹا ہے، اس کی بات نہ مانو۔''

''یہ کون ہے؟'' طارق المحاربی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لوگوں سے پوچھا۔

''یہ ان کا چچا ابولہب ہے۔'' لوگوں نے جواب دیا۔

(جاری ہے)

حصہ دوم

وہ بچہ گیا کہاں؟

احمد حاطب صدیقی

سارے بچے اسمبلی کے لیے جمع ہو چکے تھے۔ اسمبلی میں پرنسپل صاحب آئے تو سب لڑکوں نے مل کر ایک آواز میں سلام کیا:

''السلام علیکم۔''

لیکن آج احمد نے صرف ''السلام علیکم'' نہیں کہا تھا۔

سب لڑکے چپ ہو چکے تھے اور اکیلے احمد کی آواز گونج رہی تھی:

''......ورحمۃ اللہ و برکاتہ!''

سلامی کے چبوترے پر کھڑے ہوئے پرنسپل صاحب نے سُن بھی لیا تھا اور دیکھ بھی لیا تھا کہ یہ احمد کی آواز تھی۔

تلاوت اور نعت کے بعد، قومی ترانے سے پہلے پرنسپل صاحب کوئی نہ کوئی اچھی بات ضرور بتاتے تھے، مگر آج انھوں نے کوئی اچھی بات بتانے کے بجائے احمد کو آواز دی:

''احمد! آپ ذرا اوپر آیئے!''

احمد ڈر گیا۔ اسمبلی میں وہ بالکل ٹھیک وقت پر آیا تھا۔ جس وقت تلاوت ہو رہی تھی اور جب نعت پڑھی جارہی تھی تو بیچ میں اُس نے کسی سے کوئی بات بھی نہیں کی تھی، خاموشی اور ادب سے سن رہا تھا، پھر اس نے اپنے کپڑوں پر نظر ڈالی۔ اُس کا یونیفارم بھی بالکل صاف ستھرا تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں کہا: ''یا اللہ! مجھ سے کیا ہو گیا؟ پرنسپل صاحب نے صرف مجھے اوپر کیوں بلالیا؟ یا اللہ! مجھے بچایئے!''

وہ ڈرتے ڈرتے اوپر گیا۔

پرنسپل صاحب نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور کہا:

''میں ہر روز آپ لوگوں کو ایک نہ ایک اچھی بات بتاتا ہوں۔''

سر یہ کہہ کر رُکے تو احمد نے سوچا کہ شاید سر کی بتائی ہوئی کسی اچھی بات کا اُس نے الٹا کر دیا ہے۔ اب سب کے سامنے سزا ملے گی۔ یہ سوچ کر وہ کانپ سا گیا۔

پھر اُس نے سنا کہ پرنسپل صاحب کہہ رہے تھے:

''مگر آج مجھے ایک اچھی بات آپ کے ساتھی احمد نے یاد دلا دی ہے۔ بیٹے اِدھر مائک پر آیئے!'' سر نے احمد کا ہاتھ پکڑے پکڑے اُسے مائک کے قریب کیا اور پوچھا:

''احمد آج آپ نے کیسے سلام کیا ہے؟ اِدھر آیئے، یہاں اسی طرح سب کو سلام کر کے دکھایئے!'' اب احمد کی جان میں جان آئی اور اُس نے بڑے جوش و خروش سے مائک پر کہا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!''

پرنسپل صاحب نے ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' کہا۔

پھر سب سے کہا کہ سب اسی طرح جواب دیں۔

سب بچوں نے مل کر، ایک آواز میں، کہا: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ!''

پرنسپل صاحب نے احمد کو شاباش دی، پیٹھ تھپتھپائی اور پھر اُس سے کہا: ''جایئے!''

احمد نیچے آیا تو اُس نے سنا کہ پرنسپل صاحب ٹھہر ٹھہر کر بتا رہے تھے:

''ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ سلام کا جواب دیتے ہوئے سلام کرنے والے کو، اُس کے سلام کے جواب میں، اُس کے سلام سے اچھا جواب دینا چاہیے۔ اُس سے اچھا ممکن نہ ہو تو، بالکل اُس کے جیسا جواب دینا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی 'السلام علیکم' کہتا ہے تو آپ کم از کم کہیے 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ' یہ نہیں کہ 'السلام علیکم' کے جواب میں بس 'وعلیکم' کہا، اور چل دیے۔ اگر کوئی آپ سے کہتا ہے 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ' تو جواب میں آپ کو کہنا چاہیے 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ'، اور اگر کوئی 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ' کہتا ہے تو اس کے جواب میں آپ کو بھی 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ' ہی کہنا چاہیے، ایسا نہ کریں جیسا ایک ناواقف آدمی نے کیا تھا کہ 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ' کے جواب میں 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ' کہہ کر ہاتھ باندھا اور سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع کر دی۔''

آخری بات سن کر سارے بچے ہنس پڑے۔

پرنسپل صاحب کی تقریر کے بعد قومی ترانہ ہوا۔ پھر دُعا پڑھی گئی 'لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری' پھر سب بچے قطار بنائے، پرنسپل صاحب اور دوسرے استادوں کو سلامی دیتے ہوئے، اپنی اپنی کلاسوں میں چلے گئے۔

کلاس میں بھی احمد کی وجہ سے آج سارا دن ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!'' کی آوازیں آتی رہیں۔

اب تو احمد کو بڑا مزہ آنے لگا۔ ہر روز گھر سے اسکول آتے ہوئے اور اسکول سے گھر جاتے ہوئے، راستے میں وہ سب کو سلام کرتا۔ سب کے جواب کا انداز دیکھتا اور خوش ہوتا۔

اور یقین کیجیے یہ بات تو ہماری آنکھوں دیکھی ہے کہ احمد جس کو بھی سلام کرتا، وہ احمد کو بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھتا ہوا جاتا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ احمد سلام کر کے آگے بڑھ گیا، پھر اُسے دُور پیچھے سے آنے والی آوازیں سنائی دیں: ''ماشاء اللہ! کتنا تمیز دار بچہ ہے۔''

''بہت پیارا بچہ ہے۔''

''اللہ اسے نظرِ بد سے بچائے۔''

مگر احمد کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ وہ سب کو، سب سے پہلے سلام کرتا ہے۔ اللہ میاں اس سے بہت خوش ہوں گے۔ اُس کی نیکیاں بڑھتی جائیں گی اور اس کو بہت سارا ثواب مل جائے گا، بابا جی سے بھی زیادہ!

☆......☆

پھر ہوا یوں کہ بازار والوں کو کئی دنوں تک احمد نظر ہی نہیں آیا۔

بھئی ایک دو دن کا ناغہ ہوتا تو کوئی بات نہ تھی مگر جب احمد کو دیکھے بغیر کئی دن گزر گئے تو سب سے پہلے 'کریم ہوٹل' والے کریم چاچا کو احمد کا خیال آیا۔

کریم چاچا نے گرما گرم

ایمرجنسی
اپیل برائے فلسطین
پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ اسلام آباد
PAK AID WELFARE TRUST
TOGETHER WE CAN MAKE A DIFFERENCE
BEŞİR DERNEĞİ
SENED İnsani Yardım Derneği
بین الاقوامی رفاہی اداروں کے اشتراک کے ساتھ
مظلوم فلسطینی مسلمانوں تک آپ کا تعاون پہنچانے کے لیے کوشاں

مظلوم فلسطینی بھائیوں کے لیے پاک ایڈ کو عطیات دیجیے
A/C Title : PAK AID WELFARE TRUST FAYSAL BANK
Account No : 3048301900220720
IBAN : PK28 FAYS 3048 3019 0022 0720
پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ اسلام آباد
ہیڈ آفس : آفس نمبر 4 سیکنڈ فلور، MB سٹی مال پلازہ I-8 مرکز اسلام آباد 0300 050 9840
اسلام آباد آفس : چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، E.D.C بلڈنگ تیسری منزل موواریا سیکٹر G-8/1 0310 533 2640
کراچی آفس : شاپ نمبر 4 پلاٹ نمبر سی 6 سٹریٹ نمبر 10 بدر کمرشل فیز 5 ایکسٹینشن ڈیفنس کراچی 0300 050 9833
کراچی آفس : ثناء ہیون 45/1 میزانائن فلور، مین چورنگی محمد علی سوسائٹی کراچی 0300 050 9836
لاہور آفس : UG-64 ایڈن ٹاور، مین بلیوارڈ، گلبرگ، لاہور 0300 050 9838
پشاور آفس : آفس نمبر 1091، بالمقابل جی پی او مرکزی صدر روڈ پشاور کینٹ 0310 533 2634
راولپنڈی آفس : شاپ نمبر AA 740,741 ہملٹن روڈ، راجہ بازار، راولپنڈی 0310 533 2633
ٹول فری نمبر : 0800 72980

پوریاں اپنے کڑھاؤ میں اُلٹ پلٹ کر کے تلتے ہوئے، دیگچی سے حلوہ نکالنے والے لڑکے سے کہا: ''ارے وہ بچہ کئی دنوں سے نظر نہیں آرہا ہے، جو بڑا لمبا سا سلام کرتا ہوا جاتا ہے۔''

حلوے والے لڑکے نے پوچھا:

''کون؟ وہ؟ جو نیلے رنگ کا بستہ لے کر روز صبح اسکول جا رہا ہوتا ہے؟''

''ہاں، ہاں وہی!''

لڑکے نے کفگیر کا دستہ تھام کر کچھ دیر سوچا، پھر بولا:

''ہاں کریمو چاچا! سچ...... وہ لڑکا تو کئی دنوں سے نہیں آرہا ہے۔''

اِن دونوں کو یہ باتیں کرتے ہوئے 'نور کریانہ' والے نور ماما نے سن لیا۔

وہ اپنی دُکان ہی پر بیٹھے بیٹھے بولے:

''کریم بھائی! واقعی وہ بچہ تین چار دنوں سے نظر نہیں آرہا ہے۔ یار! ہم تو روز انتظار کرتے ہیں اُس کا سلام سننے کا۔ کتنا پیارا طریقہ ہے اُس کا۔''

'اختر فارمیسی' والے اختر صاحب بھی یہ باتیں سن کر اپنی فارمیسی سے باہر نکل آئے اور پوچھنے لگے: ''ارے ہاں بھئی اُس پیارے سے بچے کا نام کیا ہے؟ کہاں رہتا ہے وہ؟''

کسی کو بھی احمد کا نام معلوم تھا نہ پتا۔ بس اتنا ہی معلوم تھا کہ ایک بہت ہی پیارا سا بچہ روزانہ بازار سے گزر کر اپنے اسکول جاتا ہے اور سب سے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کہتا ہوا جاتا ہے مگر اب وہ لڑکا گیا کہاں؟ یہ کسی کو بھی پتا نہیں!

'کتاب گھر' والے حامد انکل بھی بولے: ''نور میاں! معلوم تو کرنا چاہیے کہ آخر وہ لڑکا گیا کہاں؟ اتنی محبت سے ہر روز صبح ہمیں سلام کرتا تھا، ہمارے لیے اللہ کی رحمتوں اور اُس کی برکتوں کی دعا کرتا تھا۔ ارے میاں! اللہ معصوم بچوں کی دعائیں ضرور سنتا ہے، ذرا پتا تو کرو آخر وہ لڑکا گیا کہاں؟''

سب کی آوازیں سن کر 'بی بی بازار' والی خالہ بھی اپنی چوڑیوں اور کھلونوں کی دکان سے باہر نکل آئیں:

''حامد بھائی! میں بھی دل میں یہی سوچ رہی تھی کہ روزانہ کے کاموں میں سے کیا چیز کم ہوگئی ہے؟ وہ لڑکا تو ہماری ہر صبح کی دعاؤں کا حصہ بن گیا تھا۔ کئی دنوں سے نہیں آیا تو مجھے لگنے لگا ہے کہ کوئی چیز کم ہوگئی ہے، مگر کیا چیز کم ہوئی ہے؟ اس کا احساس تو آج ہوا۔ آخر وہ لڑکا گیا کہاں؟''

''کس سے پوچھیں؟'' اختر صاحب بولے۔

''کون بتا سکتا ہے؟'' نور ماما نے پوچھا۔

''اسکول والے بتا سکتے ہیں،'' حلوے والے لڑکے نے کہا۔

''لو نام تو اُس کا معلوم نہیں، اسکول والوں سے کیا معلوم کریں گے؟''

کریمو چاچا نے منہ بنایا۔

''کسی نے گھر دیکھا ہے اُس کا؟''

خالہ نے ایک ایک کر کے سب کی طرف دیکھا۔

''گھر تو کیا، کسی کو نام بھی اُس بچے کا نہیں معلوم، کسی سے گھر پوچھیں بھی تو کیسے پوچھیں؟''

اختر صاحب ابھی یہ بات کہہ ہی رہے تھے کہ دینو چاچا کی موٹر سائیکل پھٹ پھٹ کرتی ہوئی ہوٹل کے پاس آن کھڑی ہوئی۔

(جاری ہے)

انسپکٹر جمشید سیریز

اُونٹ رے اُونٹ! ٦

اشتیاق احمد

''آپ کے خلاف جال پوری طرح بچھایا جا چکا ہے۔ آپ کہیں بھی جائیں گے، انھیں خبر ہو جائے گی۔ اس وقت بھی آپ نظروں میں ہیں اور آپ کے ساتھ ہم بھی نظروں میں آ گئے ہیں۔''

''تب پھر آپ کیوں آئے تھے، نہیں آنا چاہیے تھا۔''

''اس طرح آپ پریشان رہتے، خیر آپ فکر نہ کریں، ہم آسانی سے اُن کی نظروں سے اوجھل ہو سکتے ہیں۔''

''تب پھر چلے ہی جائیں، یہ ملاقات سرسری ہی نظر آئے تو بہتر ہے۔''

''اب یہ سرسری نہیں رہے گی، کیونکہ اُن لوگوں نے ہمیں ہوٹل میں بھی دیکھ لیا تھا۔ ہمیں یہ اندازہ بعد میں ہوا، ورنہ ہم یہاں ہرگز نہ آتے۔''

''تو پھر اب چھپنے کا کیا فائدہ، ہم ظہور کو ساتھ لے کر آئے تھے۔ اسے ان لوگوں نے اِغوا کر لیا ہے، تم صرف اس کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔ اس دوران میں تم فون کرتے رہو گے اور ہاں اپنا فون نمبر دے دو، اب ملنے کی کوشش نہ کرنا، صرف فون پر بات ہوتی رہے گی۔''

''اوکے سر۔''

انھوں نے فون نمبر نوٹ کرا دیا اور پھر وہ چلے گئے۔

''آؤ بھئی ہوٹل چلیں، اب ہم اُن لوگوں کی نظروں سے کون سا چھپے ہوئے ہیں!''

وہ سیدھے ہوٹل چلے آئے۔

جونہی اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو اچھل پڑے۔

اندر کوئی پرسکون انداز میں بیٹھا تھا۔ چہرے کی طرف دیکھا تو انسپکٹر پیری بان تھا۔

''آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا، لیکن آپ نے دروازہ کیسے کھولا۔''

''ہوٹل والی چابی سے، اُن سے دوسری چابی لینا مجھ جیسوں کے لیے کیا مشکل ہے۔''

''بہت خوب، انسپکٹر ہوں تو آپ جیسے۔''

فاروق نے مسکرا کر کہا۔

''یہ کیوں کہا آپ نے؟''

''یہ تو ایسے ہی جو منہ میں آتا ہے، کہہ دیتا ہے۔''

محمود نے منہ بنایا۔

''اور یہ وہ کہتا ہے جو منہ میں نہیں آتا۔'' فاروق مسکرایا۔

''بہت خوب! بہت حاضر جواب ہیں آپ تو......!''

انسپکٹر پیری بان نے ہنس کر کہا۔

''ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔'' فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''اور ہاں! آپ جو ہم سے ملنے آئے ہیں تو کیا حکام سے یہ ملاقات پوشیدہ رہے گی۔''

''نہیں......لیکن میں پوچھ گچھ کے لیے آپ کے پاس کسی وقت بھی آ سکتا ہوں، اس وقت بھی میں اپنے رجسٹر میں یہی لکھ کر آیا ہوں۔''

''بہت خوب! تب تو ٹھیک ہے، اب آپ پر کوئی شک نہیں کر سکے گا لیکن کیا آپ کو علم ہے کہ ہماری نگرانی بہت خفیہ انداز میں ہو رہی ہے؟''

''ہاں کیوں نہیں...... یہ تو عام بات ہے۔''

''تب پھر، آپ کا ہم سے بات چیت کرنا کبھی چھپا نہیں رہے گا اور یہ ساری بات چیت بھی سن لی گئی ہے۔''

''ارے باپ رے، اس طرف تو توجہ ہی نہیں گئی۔''

اُس کا رنگ اڑ گیا۔ آنکھوں میں بے تحاشا خوف دوڑ گیا، اچانک وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔

پھر برآمدے میں رُک کر ان کی طرف مڑا، وہ کچھ کہنے ہی کو تھا کہ اسے ایک زبردست دھکا لگا اور وہ کمرے میں آن گرا۔

انھوں نے بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

وہاں چار لمبے تڑنگے آدمی کھڑے نظر آئے۔ شکل سے ہی غنڈے نظر آ رہے تھے، پھر وہ اندر آ گئے۔

''غدار......! تم پر غداری کا مقدمہ چلے گا۔''

ان میں سے ایک غرایا۔

''نن......نہیں...... میں نے کوئی غداری نہیں کی۔''

انسپکٹر پیری بان بوکھلا کر بولا۔

''اس کمرے میں ہونے والی ساری گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے بلکہ فلم بھی بن چکی ہے۔''

''کیا!؟''

وہ چلا اٹھا۔

''تم کیسے پولیس آفیسر ہو، فوراً دشمنوں سے مل بیٹھے۔''

''میں اُن سے نہیں ملا۔''

''غلط...... بالکل غلط...... فلم اس بات کا ثبوت ہے کہ تم ان سے مل چکے ہو اور اب ہم یہ فلم وزیر خارجہ کو دکھائیں گے جا کر، ان لوگوں کی نگرانی براہِ راست وزیر خارجہ کے حکم سے ہو رہی ہے، ان کا خاص اسٹاف یہ کام کر رہا ہے اور ہم چار بھی ان کے سٹاف میں شامل ہیں، یہ دیکھو ہمارے کارڈ۔''

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا، اس کے ساتھ ہی اس کے تینوں ساتھیوں نے بھی کارڈ نکال کر انسپکٹر پیری بان کے سامنے کر دیے۔

اب تو پیری بان لگا تھر تھر کانپنے۔

''ہم ان لوگوں کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ یہاں سیر سپاٹے کے لیے نہیں آئے بلکہ کسی خاص مقصد کے تحت آئے ہیں۔ تم سب ہاتھ اوپر اٹھا دو اور آگے آگے چلو۔''

اِن الفاظ کے ساتھ ہی ان کے ہاتھوں میں خوف ناک قسم کے پستول نظر آئے۔

پیری بان نے اُن کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔

''میرا بیڑا غرق ہو گیا اور یہ تم لوگوں کی وجہ سے ہوا۔ اب یہ لوگ مجھے پھانسی پر چڑھا دیں گے، میرے لیے کچھ کر سکتے ہو تو کرو۔''

''کیا ہم آپ کے لیے کچھ کریں؟'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

''ہاں! ورنہ میں ڈوب جاؤں گا۔''

''الو انسپکٹر! یہ لوگ تمھارے لیے کیا کر سکتے ہیں بھلا؟''

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کی جیب سے چار فائر ہوئے اور ان چاروں کے پستول ہاتھوں سے نکل گئے۔

''دیکھا، میں یہ کر سکتا ہوں، مسٹر پیری بان پستول سمیٹ لو، اب ہم ان لوگوں کو باندھیں گے اور یہاں سے چلتے بنیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اُن کا ہاتھ جیب سے نکل آیا تھا۔ ہاتھ میں پستول نظر آ رہا تھا۔

''تو انھیں ختم کیوں نہ کر دیں۔'' انسپکٹر پیری نے کہا۔

''نہیں! ہم بلاوجہ کسی کا خون نہیں بہاتے۔''

''لیکن ان کا زندہ رہنا میری موت کے برابر ہوگا۔''

''ہم آپ کو لے کر نکلنے کی کوشش کریں گے لیکن انھیں جان سے نہیں مار سکتے۔''

"حیرت ہے...... کمال ہے...... اتنے بااصول لوگ۔"
چار میں سے ایک نے کہا۔
"ابھی تم لوگوں نے دیکھا ہی کیا ہے۔"
فاروق نے منہ بنایا۔
اور پھر انھیں باندھا گیا۔ منہ پر بھی کپڑے باندھ دیے گئے، پھر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے وہ نیچے کی طرف چلے۔
"ایک بات اور، کیا ان لوگوں سے لڑائی بھڑائی کی باتیں سن لی گئی ہوں گی۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔
"اوہ ہاں! اب ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکلنا ہوگا۔"
"آیئے جلدی کریں، مجھے راستہ معلوم ہے۔"
پیری بان نے کہا اور ان کے آگے آگے چلنے لگا۔
تھوڑی دیر بعد وہ ہوٹل سے بہت دور پہنچ چکے تھے، اور ایک معمولی سے ہوٹل کے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔
"اب تک میرے گھر کو گھیرے میں لے لیا گیا ہوگا، افسوس! میں اپنے بیوی بچوں کا کیا کروں۔"
"دیکھیے مسٹر پیری بان! اس وقت تو انھیں نکال کر لانا بہت مشکل ہوگا۔ ہم سب پھنس سکتے ہیں۔ جب یہ معاملہ ذرا ٹھنڈا پڑے گا اور آپ کی حکومت یہ خیال کرے گی کہ آپ بیوی بچوں کا خیال دل سے نکال کر خود کو موت کے منہ سے بچانے کے لیے اس ملک سے نکل بھاگے ہیں، اس وقت ہم انھیں نکال لائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔"
"اوہ اچھا، یونہی سہی۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ سب چکر کیا ہے؟ آخر آپ یہاں کس مقصد کے تحت آئے ہیں۔"
"یوں سمجھ لیں کہ ہم صرف سیاحت کے لیے آئے تھے۔"
"اس صورت میں آپ کے خلاف اتنا لمبا چوڑا چکر کیسے چل گیا۔"
"ہم سے حکومتیں بلاوجہ ڈرتی ہیں۔"
"میں اس بات کو نہیں مان سکتا۔" اس نے منہ بنایا۔
"کیا مطلب؟...... آپ کس بات کو نہیں مان سکتے۔"
"اس بات کو کہ آپ لوگ بغیر کسی کام کے آئے ہیں۔"
"خیر؛ وقت آنے پر بتا دیں گے، میں ذرا یہاں سے ایک فون کرلوں۔"
یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھے اور کاؤنٹر پر چلے گئے۔ ایسے میں پیری بان نے گھبرا کر کہا:
"ان کا فون کرنا خطرناک ہوگا۔ ہمارا سراغ لگایا جا سکتا ہے اور اس طرح میں بے موت مروں گا۔"
"نہیں...... آپ فکر نہ کریں۔" محمود مسکرایا۔
"کیا مطلب! میں فکر نہ کروں...... لیکن کیوں نہ کروں؟"
"اس لیے کہ ہمارے والد کوڈ ورڈز میں بات کریں گے۔"
"اس صورت میں بھی خطرہ ہے۔ اس ہوٹل کا سراغ تو پھر بھی لگایا جا سکتا ہے۔"
"آپ فکر نہ کریں...... ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گے۔"
"اچھی بات ہے۔" اس نے کندھے اچکا دیے۔
تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جمشید واپس آگئے۔
"کیا رہا۔" محمود نے بے تابانہ انداز میں پوچھا۔
(جاری ہے)

خاص طور پر چھوٹے بچوں کے لیے کہانی

دھت تیرے کی!

ابن الاسلام خاکی۔ کراچی

"یہ لو رزینہ بیٹا......!"
ریما خالہ نے ایک چشمہ میری طرف بڑھایا۔
کل رات ریما خالہ ہمارے گھر آئی تھیں اور میرے لیے دھوپ کا چشمہ لائی تھیں۔
میں دیر تک اسے لگائے کھیلتی رہی۔
"بیٹا! اب چشمہ تو اتار دیجیے۔ رات کے وقت کون لگاتا ہے!"
لیکن میں بدستور چشمہ پہنی رہی، پسند جو بہت آیا تھا۔ چشمے کا رنگ لال تھا اور یہ ذرا مختلف سا تھا۔
میں نے سوچا کہ اسے لگا کر میں پارک جاؤں گی۔
"ارے یہ کیا! چشمہ لگاتے ہی میں تو پارک میں پہنچ گئی۔"
پارک میں ایک خوبصورت جھیل تھی اور بہت سے رنگ برنگے پرندے اڑ رہے تھے۔
میں نے چشمہ لگائے غور سے دیکھا تو پرندوں پر بچے بیٹھے پارک کی سیر کر رہے تھے۔ اچانک ایک پرندہ میرے پاس آ گیا اور کہنے لگا:
"رزینہ! آپ مجھ پر سواری کرسکتی ہیں۔"
میں اس کی بات سن کر خوشی خوشی اُس پر چڑھ بیٹھی اور چشمہ لگائے خوب صورت مناظر دیکھتی رہی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے بھی لطف اندوز ہوتی رہی۔ میں نے سوچا کہ آئس کریم کھانی چاہیے۔ پرندے کی پشت پر بیٹھ کر سیر کرنے اور آئس کریم کھانے کی بات ہی اور ہوگی۔
ابھی میں نے یہ سوچا ہی تھا کہ آئس کریم میرے ہاتھ میں آگئی۔
خیر کافی دیر سیر کے بعد جب میں پرندے کی پشت سے نیچے اتری تو چشمہ اب بھی میری آنکھوں پر تھا۔
اب میں نے سوچا کہ کاش میں بہت سے کھلونے لیتی۔
یہ سوچتے ہی میں کھلونوں کی دکان میں موجود تھی اور کھلونوں والے چاچا کہہ رہے تھے:
"رزینہ بیٹا! جو کھلونا چاہیے، پسند کر لیجیے۔"
میں نے انھیں تشکر بھری چشمہ لگی نگاہوں سے دیکھا۔
میں نے ایک ٹیبلٹ لیا، ڈیجیٹل رائٹنگ بورڈ اٹھایا اور ایک بیٹری والی کار لے لی۔
"اور کیا لوں؟" ارے ہاں! "لیگو بلاکس" لے لیتی ہوں۔
یہ سوچتے ہوئے میں نے لیگو بلاکس اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک جانی پہچانی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی:
"رزینہ! اٹھیے، نماز پڑھ لیجیے!"
یہ آواز تو امی جان کی لگ رہی ہے! لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ امی جان تو میرے ساتھ نہیں تھیں۔
"رزینہ! اٹھیے۔"
"ارے یہ تو امی جان ہی کی آواز ہے، لیکن میرا چشمہ کہاں ہے!؟"
"امی جان! میرا چشمہ؟"
"یہ لیجیے اپنا چشمہ، ابھی مہمان گئے بھی نہیں تھے کہ آپ اسے لگائے ہی سو گئی تھیں۔"
"یہ کیا! چشمہ لگانے سے اب تو کچھ بھی نہیں ہو رہا! کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی؟ دھت تیرے کی۔"
میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
☆☆☆

سورج سے قریب مگر سردی!

ڈاکٹر حفیظ الحسن

بچے ہی نہیں عام طور پر بڑے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ زمین جب سورج کے قریب ہوتی ہے تو گرمیاں آتی ہیں، جب دور ہوتی ہے تو سردیاں پڑتی ہیں، مگر یہ بات بالکل غلط ہے۔

اس غلط فہمی کا اندازہ اسی بات سے لگا لیجیے کہ عام خیال کے بالکل برعکس تین جنوری کو زمین سورج کے سب سے قریب ہوتی ہے، مگر ہم اس وقت رضائی میں ٹھنڈ سے دبکے مونگ پھلیاں اور دیگر خشک میوہ جات کھا رہے ہوتے ہیں......!

جی ہاں! ۳ جنوری کے دن زمین سورج کے سب سے قریب ہوتی ہے اور اسے عرفِ عام میں ایک مشکل سا نام دیا جاتا ہے: (Perihelion)۔

ہم زمین کے شمالی حصے میں رہنے والے اِس دن رضائی میں سر گھسائے سخت سردی سے کانپ رہے ہوتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس ۴ جولائی کو زمین سورج سے باقی سال کی نسبت سب سے دور ہوتی ہے جسے (Apehlion) کہتے ہیں تو اس دن ہم پسینہ پسینہ ہوتے کوئی سایہ دار جگہ اور ٹھنڈا پانی ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔

کیوں ہے نا حیرت انگیز بات؟

ایسا کیوں ہے؟ چلیے جانتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ یاد رکھیے کہ زمین کا سورج کے گرد مدار گول نہیں بلکہ بیضوی ہے۔ یعنی سال بھر زمین کا سورج کے گرد فاصلہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کم تو کبھی زیادہ! سو یہ ابھی معلوم ہو چکا کہ تین جنوری کو زمین سورج سے سب سے قریب اور چار جولائی کو سب سے زیادہ دور ہوتی ہے۔

اچھا یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ زمین کے دو کرے ہیں: شمالی کرہ اور جنوبی کرہ۔

اِن دو کروں کو زمین کے درمیان سے گزرتی ایک فرضی لکیر سے تقسیم کیا جاتا ہے جسے خطِ استوا یا ایکویٹر کہتے ہیں۔

مملکتِ خداداد یعنی پاکستان زمین کے شمالی کرے میں واقع ہے۔ جب زمین کے شمالی کرے پر جون میں سخت گرمیاں پڑ رہی ہوتی ہیں تو زمین کے جنوبی کرے پر واقع ممالک جیسے کہ آسٹریلیا، برازیل، چلی وغیرہ میں سردیاں اور برف باری ہو رہی ہوتی ہے اور جب پاکستان اور شمالی کرے پر موجود دیگر ممالک میں لوگ دسمبر میں سردی سے کانپ رہے ہوتے ہیں تو جنوبی کرے پر واقع ممالک یعنی آسٹریلیا، برازیل، جنوبی افریقہ وغیرہ میں لوگ گرمی سے پریشان ہوتے ہیں اور ساحل سمندر کی سیر کر رہے ہوتے ہیں۔

گویا زمین پر موسم ہر جگہ، ہر وقت ایک جیسا نہیں ہوتا۔ شمالی کرے پر گرمیاں ہوں گی تو جنوبی کرے میں سردیاں، البتہ خطِ استوا پر واقع ممالک میں سارا سال موسم تقریباً ایک جیسا مرطوب اور گرم رہتا ہے جیسے کہ ایکواڈور، کینیا، برازیل، کولمبیا، صومالیہ، یوگنڈا، مالدیپ اور انڈونیشیا وغیرہ۔ اِن ممالک کو ٹراپیکل بھی کہا جاتا ہے۔

اب بات یہ ہے کہ زمین پر سردی، گرمی، بہار، خزاں جیسے موسموں کا تعلق زمین کے سورج سے فاصلے پر منحصر نہیں ہوتا، بلکہ زمین پر درجہ حرارت دراصل زمین کے جھکاؤ نیز فضا میں موجود گرین ہاؤس گیسوں کی سورج کی روشنی کو جذب کرنے پر منحصر ہوتا ہے۔ یعنی زمین کے کس حصے پر، کس وقت سورج کی روشنی کتنی زیادہ اور کس زاویے سے پڑتی ہے؟ اس سے گرمی یا سردی کے موسم جنم لیتے ہیں۔

جس قدر زیادہ وقت سورج زمین کے کسی حصے پر روشنی ڈالے گا یعنی جس قدر زیادہ زمین کے کسی حصے کا جھکاؤ سورج کی طرف ہو گا اُس قدر زیادہ وقت فضا میں موجود گیسیں سورج کی روشنی کو جذب کریں گی اور زمین کو گرم رکھیں گی۔

زمین اپنے محور پر (23.5) ڈگری تک جھکی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے زمین کے شمالی کرے پر جنوری سے مارچ تک جھکاؤ کم ہوتا ہے اور یہاں اِن مہینوں میں سورج کی روشنی کم مدت تک پڑتی ہے، تبھی ان علاقوں میں سردیوں میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں جبکہ اس کے بعد متواتر زمین کے اس کرے کا جھکاؤ سورج کی طرف بڑھتا جاتا ہے اور موسم اپریل مئی تک گرم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت دن لمبے اور راتیں چھوٹی ہوتی جاتی ہیں۔

چونکہ زمین کروی ہے تو اس کا ایک کرہ جب سورج کی طرف زیادہ جھکا ہوتا ہے تو اسی وقت دوسرا کرہ کم، لہٰذا شمالی اور جنوبی کروں پر موسموں کی ترتیب الٹ ہوتی ہے۔

پاکستان میں آج کل سردیاں چل رہی ہیں جبکہ سورج میاں اس وقت زمین کے سب سے قریب ہیں۔ ویسے سردیوں سے یاد آیا، فی زمانہ سچے دوست کی نشانی یہ ہے کہ جب آپ سردیوں میں اُس کے گھر جائیں تو وہ آپ کی تواضع چلغوزوں سے بھری ٹرے سے کرے۔

☆☆☆